فہرست مضامین

انصار اصلاح ہم اس دفعہ انصار اصلاح کی فہرست شایع کرنے میں بہت شرمندہ ہو رہے ہیں جن حضرات کے اسماء گرامی شایع ہوئے اونکے بعد صرف تین حضرات (۱۹) جناب سید محمد جان صاحب ضلعدار لورپورا (۲۰) جناب ملک العلماء مولوی فیض محمد خانصاحب کھیال ضلع جہلم اور (۲۱) جناب سید مبارک حسین صاحب خادم مزار جناب شہید ثالث رضی اللہ عنہ آگرہ نے خریدار اصلاح مہیا فرمایا خدا ان حضرات کو جزا خیر دے مگر سوال یہ ہے کہ جب اخبار اہلحدیث امرتسر و رسالہ النجم لکھنؤ کو ہر ماہ بکثرت جدید خریدار ملیں اور آپ اپنے اصلاح کو صرف تین خریدار تو اس صورت میں رسالہ اصلاح کیونکر زندہ رہ سکتا اور کسطرح مخالفین کے حملوں کا دفاع کرسکتا ہے؟ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ آپکے مذہب جعفریؑ سے جو اعتراض ہوتا ہے رسالہ اصلاح اسکے تحقیقی جواب سے دین حق کی حمایت کر رہا ہے۔ پھر بھی یہ جدید خریداروں کیلئے برابر فریاد ہی کر رہا ہے تو اغیار آپ پر کسقدر مضحکہ کرینگے۔

سنہ ۴۹ ہجری کا چندہ افسوس کہ یہ درخواست بھی برابر صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ بار بار اعلان کیا گیا کہ وی پی کا انتظار نہ کریں۔ اسمیں آپکا شدید نقصان اور دفتر کی نہایت پریشانی ہوتی ہے۔ بلکہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ہر سال متعدد وی۔ پی گم بھی ہوجاتے ہیں کہ آپ نے

رسالہ اصلاح

جلد ۳۴	ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۹ھ	نمبر ۳

اصلاح مشین پریس

کے متعلق کوئی جدید خبر نہیں ہے مشین یہاں آکر بیکار پڑی ہوئی ہے۔ ابھی تک بڑے
پتھروں کا سامان نہیں ہوا۔ کوشش ہو رہی ہے کہ وہ جلد آجائیں اس لئے کہ اصلاح
سرِدست دستی پریس پر ایک دفعہ صرف ۴ صفحہ چھپتا ہے تو ۴ صفحہ کیلئے پتھر چھوٹے اور
دستی پریس ہونے کی وجہ سے ہلکے ہوتے ہیں مگر مشین پریس پر ایک دفعہ ۱۶ صفحہ
چھپیگا۔ اس وجہ سے اس کے پتھر بڑے اور وزنی مطلوب ہیں۔ لکھنؤ کے فرم اور
مشین مین نے موجودہ پتھروں کو دیکھکر کہا تھا کہ یہ تو مشین پریس پر ایک ہی دفعہ میں
ٹوٹ ٹوٹ جائیں گے۔ غرض اگر آپ حضرات مشین پریس کو جلد چلانا پسند کرتے ہیں تو
جس طرح خدا کے فضل وکرم سے اپنے مذہب کی حمایت میں ۲۴۹۲ روپیہ جمع کرکے مشین
پریس کا سامان کردیا اسی طرح بقیہ پانچ سو روپیہ کا انتظام کرکے بڑے پتھر بھی منگا دیں
جناب حاجی صاحب مشین پریس کی آخری رقم ہمارے پاس بھیجتے ہوئے اپنی جان بخشی پر
آہستہ سے شکریہ ادا کرکے گویا اس زحمت سے سبکدوش ہوگئے۔ مگر ہماری طرح ناظرین
بھی غالباً یہی خیال کریں کہ ممدوح ایسا متبرک بار امانت اُٹھانیوالا مشکل سے ملیگا۔ لہذا
ممدوح اس بقیہ پانچ سو روپیہ کی رقم بھی جمع کرنے کی زحمت گوارا فرماکر شکر گزار کرینگے
اور اس درخواست کی منظوری کی امید میں قدردانان اصلاح سے التماس ہے کہ تین تین
جدید خریداروں سے چندہ اصلاح سنہ ۴۹ھ وصول فرماکر جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب

ایم - اے خیرپور ہاؤس میوکالج اجمیر کے نام روانہ فرمادیں۔

معلم اخلاق رسول صلعم کی تصویر

خداوند عالم حضرت رسولخدا صلعم کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم۔ یعنی اے رسول تم بہت بڑے خلق پر فائز ہو اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ یعنی وہ خدا ایسا ہے جس نے امی لوگوں میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر اُن پر مبعوث کیا جو اُن پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کرتا اور اون کے اخلاق کو درست کرتا اور اونکو کتاب حکمت کی تعلیم دیتا ہے (سورہ جمعہ. پارہ ۲۸) غرض خداوند عالم نے حضرت رسولخدا صلعم کو بہت بڑا اخلاق - تہذیب - آداب کا سکھلانیوالا بنایا اور بتایا ہے لیکن احادیث حضرات اہلسنت میں اس معلم اخلاق کی تصویر کسطرح کھینچی گئی ہے - وہ ذیل کی عبارتوں سے [illegible] ہو گی جناب مولوی وحیدالزماں خانصاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں" اُسْکُتْ اِنَّ [illegible] الْبَاطِلَ اسود آنحضرت صلعم کو شعر سنا رہے تھے - اتنے میں حضرت عمر آئے آپ نے فرمایا چپ رہ عمر لغو باتوں کو پسند نہیں کرتا" (انوار اللغۃ پارہ ۲ صفحہ ۵۰) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت خود لغو اشعار دلچسپی سے سُن رہے تھے - جب حضرت عمر آئے تب حضرت نے روکا - اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا درجہ حضرت رسولخدا صلعم سے بڑھا ہوا تھا کہ آنحضرت تو لغو اشعار پسند کرتے مگر حضرت عمر ناپسند کرتے اور ہر مہذب شخص یہی کہیگا کہ جو شخص لغو اشعار سُننا پسند کرے وہ بُرا ہے۔

پُرانی کتابوں کو چھوڑ دیئے - اس زمانہ میں جو کتابیں مہذب اور روشن خیال حضرات لکھتے ہیں وہ بھی آنحضرت کی تہذیب و آداب و اخلاق کی جو تصویر کھینچتے ہیں اُس سے روح رسول صلعم کی جو حالت ہوتی ہوگی کوئی بیان نہیں کر سکتا شمس العلماء حافظ مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں "ایک مرتبہ عید کے موقع پر حبشیوں کے چند لونڈے مسجد نبوی کے صحن میں بی بی عایشہ رضہ کے حجرے کے سامنے بانک پٹے کی طرح

کھیل کھیل رہے تھے ۔ بی بی عایشہ رضہ کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہو ؟ میں نے عرض کیا ہاں ۔ فرمایا تو اچھا میری پیٹھ کے پیچھے کھڑی ہو جا میں اپنی ٹھوڑی آپ کے بازو پر رکھکر کھڑی ہو گئی اور لگی تماشا دیکھنے ۔ تا وقتیکہ میں تماشہ دیکھنے سے نہیں اکتائی پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے ۔ تو اب تم اندازہ کر لو کہ نو عمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کس قدر کھیل کی آرزو مند ہوتی ہے ۔ بس یہی حال میرا تھا یعنی میں بہت دیر تک تماشا دیکھتی رہی اور پیغمبر صاحب میری خاطر کھڑے رہے (بخاری مسلم)" (امہات الامہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۶۴)

اور مولوی سلیمان صاحب ندوی جانشین مولوی شبلی صاحب لکھتے ہیں" ایک دفعہ ایک لونڈی کو لئے ہوئے آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے پھر پوچھا کہ تم اس کو پہچانتی ہو ۔ عرض کی نہیں یا رسول اللہ ۔ فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو ۔ انھوں نے اپنی مرضی ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی ۔ آپ نے گانا سن کر فرمایا اس کے نتھنوں میں شیطان باجا بجاتا ہے" (سیرۃ عائشہ صفحہ ۸۵) پھر لکھتے ہیں" آپ اکثر حضرت عائشہ کے ساتھ ایک دسترخوان بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے ۔ ایک دفعہ ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر گزرے آپ نے انکو بھی بلا لیا اور تینوں نے ایک ساتھ کھایا (قبل نزول حجاب) کھانے میں بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ چوستی تھیں ۔ پیالے میں وہیں پر منہ رکھکر پیتے تھے جہاں حضرت عائشہ منہ لگاتی تھیں ۔ ایک دفعہ دونوں ساتھ کھانے میں مصروف تھے کہ حضرت سودہ شکایت لیکر پہونچیں کہ عمر مجھ کو ضرورت سے بھی باہر نکلنے میں ٹوکتے ہیں راتوں کو گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا اس لئے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا تھا ۔ ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپکی دعوت کی ۔ آپ نے فرمایا کہ عائشہ بھی اس نے کہا نہیں ۔ ارشاد ہوا تو میں بھی قبول نہیں کرتا ۔ میزبان دوبارہ آیا اور پھر بھی سوال وجواب ہوا ۔ اور وہ واپس چلا گیا ۔ تیسری دفعہ پھر آیا ۔ آپ نے پھر فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے ۔ عرض کی جی ہاں ۔ اس کے بعد آپ اور حضرت عائشہ دونوں لپک کر اس کے گھر گئے

(سیرۃ عایشہ ص۵۷) پھر لکھتے ہیں "ایک غزوہ میں حضرت عایشہ رفیق سفر تھیں۔ تمام صحابہ کو آگے بڑھجانے کا حکم دیا حضرت عایشہ سے فرمایا آؤ دوڑیں۔ دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں۔ کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک موقع آیا حضرت عایشہ کہتی ہیں کہ میں بھاری بھرکم ہوگئی تھی ابکی آنحضرت صلعم آگے نکل گئے۔ فرمایا عایشہ یہ اس کا جواب ہے" (ص۵۸) اور ملاحظہ ہو" اکثر ایسا ہوتا کہ حضرت عایشہ کھیلتی ہوتیں اور گرد سہیلیوں کا ہجوم ہوتا کہ اتفاقاً رسول اللہ صلعم پہنچ جاتے۔ وہ جلدی سے گڑیوں کو چھپالیتیں سہلیاں آپ کو دیکھکر ادھر اُدھر چھپ جاتیں لیکن چونکہ آپ بچوں سے خاص محبت رکھتے تھے اور اون کے کھیل کود کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے لڑکیوں کو پھر بُلا بُلا کر حضرت عایشہ کے ساتھ کھیلنے کو کہتے تھے۔ تمام کھیلوں میں ان کو دو کھیل سب سے زیادہ مرغوب تھے۔ گڑیاں کھیلنا۔ اور جھولا جھولنا۔

ایک مرتبہ حضرت عایشہ گڑیاں کھیل رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہونچ گئے گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ آپ نے استفسار فرمایا۔ عایشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑوں کے تو پر نہیں ہوتے انہوں نے برجستہ کہا کیوں؟ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔ آپ اس بے ساختہ پن کے جواب پر مسکرا دیئے (سیرۃ عایشہ ص۱۲) اور ملاحظہ فرماتے جائیے لکھتے ہیں۔ "ایک حجرہ حضرت عایشہ کا مسکن تھا یہ حجرہ مسجد کی مشرقی جانب واقع تھا۔ اس کا ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب رُخ اسطرح واقع تھا کہ گویا مسجد نبوی اس کا صحن بنگئی تھی۔ آنحضرت صلعم اسی دروازے سے ہوکر مسجد میں داخل ہوتے تھے جب مسجد میں معتکف ہوتے تو سر مبارک حجرے کے اندر کردیتے اور حضرت عایشہ بالوں میں کنگھا کردیتیں" (ص۳۸) دوسری جگہ بھی ہے "حضرت عایشہ آنحضرت صلعم کے سر میں اپنے ہات سے کنگھا کرتی تھیں" (ص۹۱) کسی اور بی بی کے متعلق یہ منقول نہیں کہ وہ حضرت کے سر میں کنگھا کرتی ہوں یا آنحضرت اعتکاف میں دوسری بی بی سے ایسا برتاؤ کرتے ہوں۔ اس سے حضرت کے اخلاق پر جو روشنی پڑتی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ منورہ میں حضرت کی ولادت باسعادت واقع ہوئی جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں "امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں اون سے روایت نہیں کرتے۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے بڑی بے ادبی کی ہے جو کہتے ہیں فی نفسی منہ شئی و مجالد احب الی منہ[1] حالانکہ مجالد کو امام صاحب کے سامنے کیا رتبہ ہے ایسی ہی باتوں کی وجہ سے تو اہلسنت بدنام ہوتے ہیں کہ اون کو ائمہ اہلبیت سے کچھ محبت اور اعتقاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے۔ مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انھوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ ہیں اونکی روایت میں شبہہ کرتے ہیں" (انوار اللغۃ پارہ ۵ صفحہ ۴۷) مولوی صاحب نے حضرت کو بارہ اماموں سے فرمایا تو ان بارہ اماموں کے متعلق ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں " یکون فی امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش میری امت میں بارہ امیر ہوں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ مراد ان بارہ امیروں سے وہ امام ہیں جو امام مہدی کے بعد امام حسن اور امام حسین کی اولاد میں سے ریاست کرینگے جیسے حضرت دانیال پیغمبر کی کتاب میں ہے۔ اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفائے بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے اونھوں نے غلطی کی ہے۔ چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور بیجا تھے۔ اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا اہلسنت کے علماء اونمیں تراش خراش کرتے ہیں۔ اور خلفائے راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں سے لیتے ہیں۔ کچھ عباسیہ میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گزرے ہیں۔ اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ ان بارہ

---

[1] یعنی میرے دلمیں امام جعفر صادق کیطرف سے کچھ ہے اور مجالد مجھے اُن سے زیادہ محبوب ہے ۱۲ راقم

امیر قریش سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ حکومت ظاہری واللہ اعلم" (پارہ ۱ صفحہ ۴۶) پھر حضرت رسولخدا صلعم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت نے فرمایا اَمَّا السَّمَاءُ فَاَنَا وَ اَمَّا الْبُرُوْجُ فَالْاَئِمَّةُ بَعْدِیْ اَوَّلُهُمْ عَلِیٌّ وَ آخِرُهُمُ الْمَهْدِیُّ۔ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ میں سماء سے مراد میں ہوں یعنی آنحضرتؐ اور بروج سے بارہ امام مراد ہیں پہلے امام علی ہیں اور اخیر امام مہدی علیہ السلامؑ (پارہ ۲۵ صفحہ ۲۷)

یہی مولوی صاحب ایک اور مقام لکھتے ہیں" امام سفیان ثوری امام جعفر صادق کے پاس گئے اور عرض کیا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللہِ مَالِیْ اَرَاکَ قَدِ اعْتَزَلْتَ النَّاسَ یعنی میں کیا دیکھتا ہوں آپ لوگوں کی صحبت سے الگ ہو کر گوشہ نشین اور عزلت گزین ہو گئے ہیں۔ فرمایا زمانہ کا رنگ بگڑ گیا ہے۔ بھائیوں کا حال دگرگوں ہے۔ میں نے دیکھا تنہائی میں دلجمعی ہوتی ہے پھر یہ شعر پڑھے ؎

ذَهَبَ الْوَفَاءُ ذَهَابَ اَمْسِ الذَّاهِبِ ٭ وَالنَّاسُ بَیْنَ مُخَاتِلٍ وَّ مُحَارِبٍ
یُفْشُوْنَ بَیْنَهُمُ الْمَوَدَّةَ وَالْوَفَاءَ ٭ وَقُلُوْبُهُمْ مَحْشُوَّةٌ بِعَقَارِبٍ

یعنی زمانہ سے وفاداری اسطرح اوٹھ گئی جیسے گزشتہ کل کا دن گزر گیا۔ اور لوگوں کا یہ حال ہے کوئی تو اونیں مکار ہے اور کوئی جنگ جو۔ ایک دوسرے سے محبت اور الفت جتاتے ہیں حالانکہ اون کے دل بچھوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہر وقت کاٹنے کی فکر میں لگے ہیں"۔ (پارہ ۱۸ صفحہ ۱۰۴)

اور مورخ جلیل القدر ابو الفدا لکھتے ہیں" اور اسی سال حضرت جعفر صادق فرزند حضرت محمد باقر ابن حضرت زین العابدین بن حضرت حسین بن حضرت علی ابن ابیطالب کی وفات ہوئی۔ اور حضرت جعفر صادق شیعوں کے اعتقاد کے مطابق بارہ اماموں سے ایک امام ہیں۔ چنانچہ ان بارہ اماموں سے حضرت کے پہلے حضرت علی بن ابیطالب پھر حضرت کے بڑے فرزند حضرت حسن پھر حضرت حسین پھر حضرت زین العابدین پھر حضرت باقر گزر چکے تھے پھر حضرت جعفر صادق ہوئے جن کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اور

سنہ ۱۴۸ ہجری کے واقعات میں

باقی اماموں کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اور حضرت جعفر کو صادق اسوجہ سے کہنے لگے کہ حضرت سچ ہی بولتے تھے۔ اور صنعت کیمیا و زجر و فال میں بھی حضرت کا کلام موجود ہے حضرت ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اور اسی سال یعنی ۱۴۸ھ ہجری بمقام مدینہ وفات پائی اور جنۃ البقیع میں دفن کئے گئے۔ (تاریخ ابو الفدا مطبوعہ مصر جلد ۲ صہ)

اور مورخ قرمانی اپنی تاریخ میں حضرت کا حال اسطرح لکھتے ہیں " الفصل الخامس فی ذکر عالم الحقایق والدقائق الامام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ یعنی پانچویں فصل حقایق و دقایق کے عالم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ذکر میں حضرت ہی اپنے بھائیوں میں اپنے پدر بزرگوار کے جانشین اور وصی تھے اور حضرت سے اسقدر علوم نقل کئے گئے ہیں جو کسی غیر سے منقول نہیں ہوئے۔ اور حضرت علم حدیث میں پر اس و رئیس تھے۔ حضرت سے یحیی بن سعید اور ابن جریج اور مالک بن انس اور ثوری اور ابن عیینہ اور ابو حنیفہ اور شعبہ اور ابو ایوب سجستانی وغیرہ محدثین نے حدیثیں روایہ کی ہیں۔ حضرت بمقام مدینہ منورہ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت کی مادر گرامی ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ اور حضرت رضی اللہ عنہ معتدل قامت اور گندمی رنگ کے تھے۔ حضرت کی انگوٹھی پر ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ استغفر اللہ (جو اللہ چاہے وہی ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی کو قوت نہیں۔ میں اوس سے استغفار کرتا ہوں) نقش کیا ہوا تھا۔ لوگوں نے نقل کیا ہے کہ کتاب جفر جو ملک مغرب میں ہے بنو عبد المومن حضرت ہی سے اس کو میراث میں پاتے رہے ہیں۔ اور حضرت نے سفیان ثوری سے جو باتیں کہیں انمیں یہ کلام بھی تھا " اے سفیان جب خدا تم کو کوئی نعمت دے اور تم اس کو باقی رکھنا چاہو تو اس نعمت پر خدا کی حمد و شکر کثرت سے بجالاتے رہو۔ کیونکہ خدا ئے عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (یعنی اگر تم میرا شکر ادا کرتے رہوگے تو میں تم کو زیادہ دیتا رہوں گا) اور اے سفیان جب رزق ملنے میں تم دیکھو کہ تاخیر ہو رہی ہے تو استغفار کثرت سے کیا کرو کیونکہ خدا فرماتا ہے

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنّٰتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ اَنْهٰرًا (یعنی اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ تمہارے قصور بھی معاف کر دیگا اور تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہہ برسائیگا اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کریگا۔ اور تمہارے لئے باغ اُگائیگا اور تمہارے لئے نہریں جاری کریگا) اور اے سفیان جب کبھی بادشاہ یا حاکم وغیرہ کی کوئی بات تمہیں رنجیدہ کرے تو قول لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کو زیادہ کہا کرو کہ یہ کلمہ خوشی کا دروازہ کہلنے کی کنجی اور بہشت کے خزانوں سے ایک خزانہ ہے۔ اور حضرت رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کوئی نیکی کرے اوسکی نیکی بغیر تین شرطوں کے پوری نہیں ہوسکتی۔ پہلی شرط تو یہ کہ اس نیکی کو جلدی کرے (مثلاً کسی کو خیرات دینی ہے تو فوراً دیدے یہ نہیں کہ چار دن تک دوڑایا اس کے بعد دیا) دوسری شرط یہ کہ اپنی اس نیکی کو حقیر اور چھوٹی سمجھے۔ تیسری شرط یہ کہ اوس کو مخفی رکھے (دوسروں سے ذکر نہ کرے کہ میں نے فلاں نیک کام کیا ہے)۔ روایت ہے کہ منصور دوانیقی خلیفہ بنی عباس کی ناک پر کئی دفعہ مکھی بیٹھی جب منصور اسے اڑاتا پھر آکر بیٹھ جاتی آخر منصور پریشان ہوگیا۔ اسی اثنا میں اس کے پاس دفعۃً حضرت امام جعفر صادق رضؓ تشریف لائے تو اس نے حضرت سے کہا یا حضرت خدا نے ان مکھیوں کو کیوں پیدا کیا؟ حضرت نے برجستہ جواب دیا لِيُذِلَّ بِهِ الْجَبَابِرَةَ تاکہ اس کے ذریعہ سے ظالم اور جبار بادشاہوں کو ذلیل کرتا ہے یہ جواب سنکر منصور دم بخود ہوگیا اور حضرت نے اپنے غلام نافذ سے فرمایا کہ جب تم اپنی کسی حاجت کیلئے کوئی رقعہ یا عرضی لکھو اور چاہو کہ تمہاری حاجت پوری ہی ہوکر رہے تو اس رقعہ یا عرضی کے سر پر ہلکے قلم سے لکھدیا کرو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ الْمَخْرَجَ مِمَّا يَكْرَهُوْنَ وَالرِّزْقَ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُوْنَ جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یعنی اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں اللہ نے صبر کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ جس بات کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہیں اُس سے نکلنے کی راہ خدا انلوگوں کیلئے پیدا کردیگا۔ اور جس جگہ سے کوئی وہم و گمان بھی نہ ہو وہاں سے رزق مہیا کردیگا۔ خدا ہمیں اور آپکو ان لوگوں سے قرار دے جنپر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ لوگ غمگین ہونگے)۔ حضرت کا غلام نافذ بیان کرتا ہے کہ حضرت کے اس ارشاد کے بعد میں جہاں کوئی درخواست بھیجتا یا عرضی دیتا تو میری حاجتیں ضرور پوری ہوکر رہتیں۔ (اخبار الدول)

مفصل فہرست انصار اصلاح مشین پریس

نجف اشرف | جناب خان بہادر حاجی سید محمد خلیل صاحب پنشنر عہ۔

ایران | جناب سید ظفر حسین صاحب پوسٹ ماسٹر بحرین عہ۔

افریقہ | جناب سید اکبر شاہ صاحب اسٹیشن ماسٹر [illegible] جناب مسٹر رمضان علی صاحب اسٹیشن ماسٹر [illegible] ایک سرپرست اصلاح ازممباسہ للعہ۔

سنگاپور | بذریعہ جناب مولوی محمد تقی علی صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ جناب ایس ایچ شیرازی صاحب عہ۔ جناب مسٹر رجب علی جمعہ بھائی صاحب ٥۔ جناب منشی مرزا احمد حامد صاحب عہ جناب آغا حاجی محمد آغا رشتی صاحب [illegible] جملہ [illegible]

ملایا | جناب سید کفایت علی صاحب ٹیپنگ - [illegible]

برما | جناب ایم اے جعفری صاحب منڈلے عہ

بنگال | جناب سید مصطفی صاحب [illegible] جیت پور روڈ کلکتہ [illegible] جناب حکیم لقمان علی صاحب زیدی [illegible] کلکتہ عہ۔ جناب اے جے نقوی صاحب [illegible] سیرامپور عہ جملہ للعہ

بہار | جناب سید کرم حسین صاحب انسپکٹر آبکاری ضلع گیا للعہ جناب سید امیر حیدر صاحب کمائی پٹی ضلع مظفر پور عہ جناب میر [illegible] علی صاحب پوسا [illegible] جناب [illegible] بیگم صاحبہ (بسعی جناب مولوی حکیم سید زین العابدین صاحب عشروی) بھاگلپور عہ جناب محمد امیر صاحب سب انسپکٹر [illegible] پاموں [illegible] جناب قائمہ [illegible] دختر [illegible] عہ جناب محمد شافی صاحب سب انسپکٹر پولیس ستی پور عہ جناب سید ریاض حسین صاحب ٹوبنہ سے جناب حکیم سید باقر رضا صاحب چھپرہ عہ جناب سید علی عباس صاحب عشروی سب رجسٹرار اورنگ آباد جناب سید محمد حسین صاحب سب انسپکٹر بتیا [illegible] جناب مبارک حسین صاحب [illegible] بتیا [illegible] جناب سید علی اظہر صاحب سنبھلی ازچھپرہ [illegible] جملہ [illegible]

صوبہ متحدہ - گورکھپور | جناب سید نہال احمد صاحب امین جوارہ سے جناب مرزا امین صاحب سائیکل مرچنٹ جناب مرزا خادم حسین صاحب [illegible] جناب مرزا احتشام علی صاحب [illegible] جناب احمد علی صاحب مختار عام عہ جناب سید احسان حسین صاحب عہ جناب شیخ بندہ حسین صاحب امین [illegible] جناب شاہ مظہر حسین صاحب ٹھیکیدار عہ جناب سید ملازم حسین صاحب سب انسپکٹر مہاراج گنج [illegible] جملہ [illegible]

بنارس | بذریعہ جناب مولانا سید محمد سجاد صاحب قبلہ مرحوم بانی مدرسہ جوادیہ للعہ جناب مرزا کامران بخت صاحب
رئیس معہ بذریعہ جناب سید سجاد حسین صاحب عطار ہندی دواخانہ لعہ جناب بچو خاں صاحب چاہ مہماں معہ جناب
سید محمد رضا صاحب انسپکٹر سے جناب سید مظفر حسین صاحب سب انسپکٹر عہ جناب آغا لطافت علی صاحب عہ جناب محسن خاں
خاں صاحب سکریٹری انجمن حیدری عہ جناب سید امیر حسن صاحب پوسٹ ماسٹر عہ جناب امداد حسین خاں صاحب تاجر عہ
جناب نواب اصغر علی خاں صاحب عہ جناب سید غلام حسنین صاحب سب انسپکٹر عہ جناب سید زاہد علی صاحب رام نگر عہ
جناب سید ابو القاسم صاحب رام نگر عہ جناب سید محمد موسیٰ صاحب افسر تھانہ چکیا سے جناب سید ضمیر المحسن صاحب ضلعدار
نہر چکیا عہ جناب سید ابو الحسن صاحب اسٹیشن ماسٹر منڈواڈیہہ عہ جملہ ما عہ ۱۲

ضلع بستی | جناب اصغر حسین صاحب ہلور عہ

اعظم گڈھ | جناب حاجی سید رضی الدین صاحب رئیس دیوگام عہ جناب سید مہدی حسن صاحب رئیس سرائمیر سے جناب سید
ابو محمد صاحب سرائمیر عہ جناب سید امین الدین صاحب محمد آباد گہنہ ۸ جملہ لعہ

گونڈا | جناب سید انعام حسین صاحب ڈپٹی جیلر عہ بذریعہ جناب مولوی سید حامد حسین صاحب ہیڈ مولوی عہ جناب
سید محمد احمد حسین صاحب ماسٹر عہ جناب سید محمود حسن صاحب سب انسپکٹر مدارس عہ بندہ خدا عہ جملہ عہ

بلرامپور | جناب سید ظفر حسن صاحب اتالیق عہ جناب سید مسعود حسین عرف نوشہ صاحب سے جناب شیخ مبارک حسین
صاحب عہ جناب سید جعفر طیار صاحب عہ جناب سید محمد طیب صاحب عہ جملہ عہ

اترولیا | جناب سید محمد اکبر صاحب عہ جناب سید اعجاز حسین صاحب عہ جناب سید طالب حسین صاحب عہ

ضلع گونڈہ | جناب خان بہادر محمد امجد خاں صاحب تعلقہ دار سہدیا سے جناب محمد جہاں علی خاں صاحب
سہدیا عہ جناب محمد عباس خاں صاحب رئیس کرکٹ پوروا سے جناب محمد جعفر خاں صاحب رئیس کرکٹ پوروا عہ

جونپور | جناب خان بہادر سید محمد ناصر علی صاحب فخر القدر بہادر صہ جناب حکیم شیخ عبد الغفور صاحب عہ جناب
شیخ بشیر احمد صاحب عہ جناب سید اختر حسین صاحب ۸ جملہ عہ

مچھلی شہر | جناب سیدہ بی بی صاحبہ عہ جناب سید یاور حسین صاحب عہ جناب سید محمد تقی صاحب
عہ جناب سید خورشید حسین صاحب ۸ جناب سید منصب علی صاحب ۸ جملہ للعہ

ضلع جونپور | جناب اعجاز حسین صاحب کنسٹبل ظفر آباد عہ جناب سید اولاد حسین صاحب بڑا گاؤں عہ
جناب سید علی اکبر صاحب رئیس بھادی صہ جناب سید علی سجاد صاحب رئیس چکیسر صہ جملہ عہ

زنگی پور | جناب مولوی سید حسین علی صاحب عہ جناب سید محمد تقی صاحب عہ جناب مولوی سید محمد یوسف صاحب ۸ جناب سید محمد حسنین صاحب شوز مرچنٹ غازیپور عہ، جملہ ۱۲

بہرائچ | جناب سید مسعود رضا صاحب الہ عہ جناب سید ابوجعفر صاحب مختار عہ جناب سید صادق علی صاحب وکیل عہ جناب سید اخلاق حسین صاحب وکیل عہ جناب شیخ الطاف حسین صاحب عرضی نویس جناب سید ضیغم علی صاحب وکیل عہ، جملہ ۴

نانپارہ | جناب سید شرف حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ باغات عہ جناب مرزا محمد عباس صاحب محرر رجسٹری عہ جناب سید ظہیر الحسن صاحب نائب تحصیلدار عہ جناب سید محمد حسین صاحب عہ جناب مرتضیٰ حسین صاحب طالب العلم جناب سردار علی خاں عرف بنجو صاحب عہ جناب سید ابراہیم حسین صاحب عہ جناب ڈاکٹر شفیع احسن صاحب عہ جملہ عہ

ضلع بہرائچ | جناب سید منظور حسین صاحب فارسٹ رینجر بھنگا عہ جناب سید مقبول حسین صاحب نگرور عہ جناب سید سجاد حسین صاحب نگرور عہ، جملہ عہ

زید پور | جناب سید فراست حسین صاحب نمبردار عہ جناب حکیم سید محمد عالم صاحب عہ جناب سید اقبال حسین صاحب عہ جناب سید محمد محسن صاحب عہ جناب سید مناظر حسین صاحب نمبردار عہ جناب مولوی سید اتحاد حسین صاحب محمد شفیع جناب حکیم سید سجاد احمد صاحب عہ جناب مولوی سید حیدر مہدی صاحب جناب سید محمد عابد صاحب عہ جناب قاضی علی قاسم صاحب تحصیلدار کرسی عہ جملہ عہ

ضلع بارہ بنکی | جناب خانبہادر چودہری سید ارشاد حسین صاحب تعلقہ دار رودولی عہ جناب سید امجاد حسین صاحب بدوسرائے عہ جناب سید علمدار حسین صاحب رجسٹرار بارہ بنکی عہ جملہ عہ

فیض آباد | عالیجناب راجہ سید محمد مہدی صاحب بہادر تعلقہ دار معہ جناب خانبہادر محبوب حسین خانصاحب عہ جناب سید حمید الدین حیدر صاحب ایڈوکیٹ عہ جناب مولوی سید فقیر حسین صاحب جناب سید علی جواد صاحب وکیل عہ جناب سید صفت حسین صاحب وکیل عہ جناب بشارت حسین خانصاحب عہ جناب سید سجاد حسین صاحب رودکاندار عہ جناب قاضی سید ممتاز حسین صاحب تحصیلدار پنشنر ساکن سرکا عہ

سلطانپور | عالیجناب راجہ صاحب بہادر ریاست حسن پور عہ جناب سید اولاد علی صاحب سرکل انسپکٹر عہ

رائے بریلی | جناب سید یوسف حسین صاحب مرحوم تعلقہ دار مصطفیٰ آباد عہ

پرتابگڈھ | جناب سید لیاقت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر عہ جناب سید علی احمد صاحب اڈیٹر جناب سید اشرف حسین صاحب

ضلعدار کورٹ آف وارڈس عہ جملہ لعہ

الہ آباد بذریعہ جناب نواب محمد علی خانصاحب تحصیلدار منڈی عہ جناب سید عابد علی صاحب نائب ریعہ جناب سید تجمل حسین صاحب انسپکٹر پنشنر موضع کشیاعت جناب سید رفیق حسین صاحب کراری عہ جملہ

مرزاپور جناب سید نا حسین صاحب داروغہ میونسپلٹی عہ

لکھنؤ جناب پرنس مرزا ثریا قدر صاحب بہادر مولوی گنج عہ جناب نواب سید نظیر حسین عرف ببھو صاحب نخاس عہ جناب نواب معزالدین حسین عرف نواب جانی صاحب کشمیری محلہ عہ جناب سید محمد احسن صاحب عہ

اناؤ جناب سید علی نواز صاحب سب انسپکٹر عہ جناب شہزادہ یوسف مرزا صاحب جمعدار عہ جناب سید محمد صاحب ایڈوکیٹ عہ جناب سید احمد عباس صاحب تعلقہ دار اناؤ عہ جناب سید ذاکر حسین صاحب ایڈوکیٹ عہ جناب سید محمد زاہد صاحب ڈپٹی کلکٹر عہ جناب سید قدیر حسن صاحب منصف عہ جملہ لعہ

کانپور جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب بہادر رئیس عہ جناب سید آل مصطفیٰ صاحب محلہ کوہ وان لعہ جناب سید محمد اسمٰعیل صاحب عہ جناب قاضی غلام شبیر صاحب بدایونی عہ جناب سید قیصر حسین صاحب عہ جملہ عہ

شمس آباد جناب نواب سید قاسم عباس صاحب بہادر عہ جناب نواب سید اقبال بہادر صاحب عہ جناب نواب سید فرخ حیدر صاحب عہ جناب والدہ نواب سید محمد عباس صاحب عہ جناب نواب سید صفدر سلطان صاحب عہ جناب نواب سید محمد عباس صاحب عہ جناب سید غلام شبیر صاحب انسپکٹر پنشنر عہ جناب نواب سید مرتضیٰ حسین خانصاحب عہ جناب نواب سید سلطان بہادر صاحب عہ جملہ عہ

فرخ آباد بذریعہ جناب مرزا واجد علی بیگ صاحب ڈرل ماسٹر اسکول لعہ جناب ہدایت حسین خانصاحب عہ جناب نواب سید حمید خانصاحب وکیل عہ جناب مرزا عاشق حسین صاحب آڈیٹر عہ جناب مرزا واجد حسین صاحب رئیس عہ جناب مولوی سید محمد ساجد صاحب عہ جناب سید مقبول حسین صاحب عہ جناب سید ابرار حسین صاحب عہ جملہ عہ

فتح گڑھ جناب سید مقصود حسین صاحب چیف ریڈر عہ جناب سید لیاقت علی صاحب و سید حسین علی صاحب ہمدان عہ ہمرشتہ سواره عہ جناب مرزا صفدر حسین صاحب پیشکار کلکٹری عہ جناب سید محمود علی صاحب پیشکار صدر

سیتاپور جناب آغا سید احمد رضا صاحب آنریری مجسٹریٹ عہ جناب مرزا عاشق حسین صاحب سب انسپکٹر پنشنر عہ جناب حکیم قاضی سید محمد سعید صاحب رئیس عہ جناب سید نظیر احمد صاحب

اسپیشل مجسٹریٹ عہ جناب سید ذاکر حسین صاحب رئیس عہ جناب سید حسین صاحب بلگرامی سے
جناب سید وجاہت حسین صاحب [illegible] جملہ [illegible]

بریلی | جناب سید غازی الدین حسن صاحب [illegible] ہیڈ ماسٹر عہ

مین پوری | جناب سید واجد علی صاحب [illegible] جناب سید امیر حسن صاحب ضلعدار نہر عہ جناب سید حسین صاحب سب انسپکٹر عہ جناب سید ریاض احمد صاحب شکوہ آباد سے جملہ

رام پور | عالیجناب شاہزادہ عبد الکریم خاں صاحب [illegible] بذریعہ جناب مولانا سید محمد داؤد صاحب قبلہ بذریعہ جناب شیخ کوثر حسین صاحب مدرس جناب لفٹننٹ آغا ذاکر حسین صاحب ڈی۔سی سے جملہ ما [illegible]

مراد آباد | جناب سید ذاکر حسین صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر [illegible] جناب سید اختر علی صاحب امروہوی از مندرہ عہ جملہ

نگینہ | بذریعہ جناب حافظ سید امیر کاظم صاحب رئیس [illegible] جناب سید وزیر ناظم صاحب رئیس عہ جناب سید مصطفیٰ حسین صاحب رئیس عہ جملہ [illegible]

ضلع مظفر نگر | جناب سید عباس علی صاحب سررشتہ دار [illegible] جناب منشی سید فیض الحسن صاحب رسولپور عہ جملہ

موانہ ضلع میرٹھ | بحسن توجہ جناب سید [illegible] حسن صاحب [illegible] جناب سید ظہیر حسن صاحب مختار جناب سید تقی حسن صاحب تحصیلدار عہ جناب سید ظہیر حسین صاحب مختار عہ جناب سید ہاشم علی صاحب عرائض نویس جناب منشی محمد علی صاحب [illegible] جناب سید علی نقی صاحب [illegible] جناب سید افتخار حسین صاحب عہ جناب سید حمید عباس صاحب عہ جناب سید محمد رفیق صاحب عہ جناب سید [illegible] جناب سید مظفر حسین صاحب جناب سید محمد سبطین صاحب [illegible] جناب سید اکبر [illegible] جناب سید [illegible] جناب سید ابن حسن صاحب عہ جناب سید [illegible] زکی صاحب [illegible] جناب سید ذاکر حسین صاحب [illegible]

علیگڈھ | جناب مولوی سید [illegible] شہاب الدین صاحب [illegible] جملہ عہ

آگرہ | جناب سید علی جان صاحب [illegible] جناب [illegible] بہادر ڈپٹی کلکٹر بذریعہ جناب مرزا اصغر حسین صاحب [illegible] جملہ [illegible]

باندہ | بذریعہ جناب سید اشفاق حسین صاحب ہیڈ محرر پولیس سے

دہرہ دون | جناب منشی افتخار حسین صاحب ہیڈ کانسٹیبل سے

جھانسی | جناب سید علی اطہر صاحب ایم۔ ای۔ ایس۔ عہ

پنجاب و سرحد | جناب بیوہ سید محبوب علی شاہ صاحب مرحوم لاہور صہ جناب والدہ سید علی نقی صاحب لاہور للعہ جناب نواب سید نوازش حسین خان صاحب ارمان تحصیلدار حصار عہ جناب مولوی سید محمد باقر شاہ صاحب مولوی فاضل چکوالہ عہ جناب سید نذیر حسین صاحب کربلائی گدی نشین ککرک راجپورہ عہ جناب نواب سید محمد مرزا صاحب مرحوم تحصیلدار دہلی عہ جناب مرزا ضرغام حسین صاحب ٹکٹ کلکٹر جالندھر عہ جناب ماسٹر ملک رستم خانصاحب کیانی آئی سی ایس پشاور بذریعہ جناب ملک گلزار حسین خانصاحب کیانی پشاور عہ ایک ہمدرد اصلاح پشاور کے ذریعہ سے للعہ جناب سردار محمد محسن خانصاحب سب انسپکٹر ضلع منٹگمری عہ جناب منشی سید تصدق حسین صاحب پوسٹ ماسٹر کلانور عہ بذریعہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب منشی فاضل انبالہ سیٹی عہ بذریعہ جناب سید نذر حسین شاہ صاحب ساکن زیارت معہ جناب سید عنایت حسین صاحب نقلنویس ضلع فیروزپور عہ جناب چودہری فیروز الدین صاحب ہوشیارپور عہ جناب خانصاحب میر سید حسین شاہ صاحب وزیر سری نگر عہ جناب سید خادم حسین صاحب قانونگو ضلع جموں عہ جناب محمد ظہور احسن صاحب پنجابی کالونی ضلع ڈیرہ غازی خاں عہ جناب منشی غلام حسین خانصاحب آنڈ لوچہ جناب سید عبداللہ خانصاحب سوداگر صابن امرتسر صہ جناب ماسٹر سید فیض حسین صاحب پنڈدادنخاں عہ جملہ مالعہ

سندھ و کاٹھیاوار | جناب سید محمد شاہ صاحب نقوی مرحوم انسپکٹر سکھر عہ جناب دریا خان صاحب کھوسہ بلوچ ماتلی سندھ للعہ بذریعہ جناب ماسٹر سید علی صاحب عرف سید بڑا صاحب نقوی کوڈینار عہ جناب مولوی حاجی غلام علی صاحب اڈیٹر راہ نجات بھاؤنگر عہ جملہ عہ

راجپوتانہ و سی پی و برار | (۱) جناب حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم اے خازن اصلاح مشین پریس فنڈ اجمیر عہ (۲) جناب سید احمد علی صاحب اسٹیشن ماسٹر شہدول عہ جناب حکیم سید احمد علی خانصاحب رئیس جے پور عہ جناب سید حامد حسین صاحب رضوی انسپکٹر آبکاری ناگپور عہ جناب سید شاہد رضا صاحب جعفری سب رجسٹرار دموہ عہ جناب حکیم سید نظیر احمد صاحب اکولہ عہ جناب سید وقار علی صاحب اسٹیشن ماسٹر بھرو ہمیرپور صہ جناب سید حسن علی

صاحب ہڈ کنسٹبل جلب [illegible] جملہ [illegible]

ریاست حیدر آباد دکن | جناب مولوی سید امیر حسن صاحب مؤلف آیات محکمات [illegible] بذریعہ جناب حاجی مرزا ناصر علی بیگ صاحب انسپکٹر [illegible] عہ جناب سید زین العابد صاحب دار الشفا [illegible] جناب مولوی سید ضامن علی صاحب مہتمم [illegible] بنشنر عہ جناب سید علی صاحب جعفری [illegible] جناب سید تراب علی صاحب [illegible] جناب ڈاکٹر سید احمد صاحب رضوی [illegible] جناب مولوی محمد تقی علی خاں صاحب گلبرگہ عہ جناب سید منتظر مہدی صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس [illegible] جملہ [illegible]

بمبئی | بذریعہ جناب محمد سبط حسن صاحب [illegible] بذریعہ جناب سید جعفر حسین صاحب [illegible] بذریعہ جناب سید علی حیدر صاحب ماسٹر [illegible] جناب مولوی سید عبد الحمید صاحب عہ جناب سید نصیر حسن صاحب [illegible] جملہ [illegible]

صوبہ مدراس | جناب میر علی اکبر صاحب مقام چنڈلی [illegible] جناب مرزا ساجد علی صاحب [illegible] سے جملہ [illegible] میزان کل **الحمد للہ** [illegible]

ہم اولاً خدائے رحمان و رحیم کا لاکھوں شکریہ ادا کرتے [illegible] مخلصین [illegible] فرداً فرداً ممنون اور شکر گزار ہو کر اس فنڈ کو بند کرتے ہیں [illegible] کیلئے پانچ سو روپیہ کی ضرورت باقی ہے اس کے انتظار [illegible]

اڈیٹر النجم کو دسواں انعام | اس وقت تک اڈیٹر صاحب رسالہ النجم لکھنؤ کو نوسے ہزار روپیہ تک کا انعام پیش کیا جا چکا اور انھیں [illegible] کردہ ثالث [illegible] لوگوں نے اُن سے رجسٹری معاہدہ کو بھی دریافت کیا [illegible] ہزار روپیہ وہاں جمع کردیں [illegible] بات کو [illegible] اڈیٹر صاحب ایسا خاموش ہوئے کہ اب [illegible] اُنکی اس خاموشی سے دنیائے اہلسنت [illegible] مخفی رہیگی؟ اگر ایسا ہے تو محض [illegible] سنی حضرات [illegible] سے اس انتظار میں ہیں کہ دیکھیں اڈیٹر صاحب النجم [illegible] معاہدہ [illegible] بھیجتے اور دعوؤں کا ثبوت [illegible] انعام حاصل [illegible]

اگر آپ اپنے خدا کو جسم و جسمانیات سے منزہ ثابت کر دیں تو دس ہزار روپیہ انعام [illegible]

لیجئے اب تو ایک لاکھ روپیہ انعام کا اعلان کر دیا گیا۔ اب بھی آپ کوئی انعام تو انصاف پسند دنیا کو کیسے منہ دکھلائیگا ہمیں آپکی کتابوں میں اس مسئلے متعلق جو ملتا ہے وہ مختصراً حاضر کرتے ہیں۔ آپ کے امام زمانہ مولوی وحیدالزماں خاں صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنی عرش معلّی سے ہر رات کو نزدیک والے آسمان پر اوترتا ہے۔ متاخرین اہل کلام نے اس حدیث کی تاویل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی اوترتی ہے مگر انھوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ کی رحمت آسمان تک اوتر کر ٹھہر جانے سے ہمارا کیا فائدہ ہے۔ دوسرے اللہ کی رحمت تو ہر وقت آسمان کیا اوس کے بندوں تک اوترتی رہتی ہے۔ پھر رات کی تخصیص بے معنی ہے۔ سلف اہلحدیث نے اور احادیث صفات کیطرح اس حدیث کی بھی تاویل نہیں کی اور نزول کو اپنے ظاہری معنی پر رکھا ہے جیسے چڑھنا تعجب کرنا ہنسنا۔ دیکھنا سننا یہ سب صفات صحیح حدیثوں اور آیتوں میں وارد ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے کہا اللہ اسطرح اوترتا ہے جیسے میں کرسی پر سے اوترتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ نزول کو اپنے ظاہری معنی پر رکھو" (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ صفحہ ۵۴) ان حدیثوں سے پروردگار کی انگلیاں ہونا ثابت ہے" (پارہ ا صفحہ ۳۴) "حَتّٰی یَضَعَ الْجَبَّارُ فِیْھَا قَدَمَہٗ یہاں تک کہ جبار یعنی پروردگار اپنا قدم اور یمین یعنی دوزخ میں رکھدیگا اُس وقت وہ کہیگی بس بس میں بھر گئی" (پارہ ۵ صفحہ ۸) "فَیَتَجَلّٰی لَھُمْ پھر پروردگار اون پر تجلی فرمائیگا یعنی ظاہر ہوگا اونکو دکھلائی دیگا ضاحکاً ہنستا ہوا۔ اس حدیث میں رویت الٰہی اور ضحک صفت الٰہی دونوں کا ثبوت ہے جہمیہ اور منکرین صفات کی ایسی حدیثوں سے جان نکلتی اور دور دراز قیاس تاویلات کرتے ہیں۔ اور نام کے سنیوں کا عجب حال ہے رویۃ الٰہی کو تو تسلیم کرتے ہیں اور ضحک و تعجب وغیرہ دوسرے صفات کا انکار کرتے ہیں" (پارہ ۵ صفحہ ۶۴)

اخبار غم افسوس صد افسوس کہ (۱) جناب سید نظیر احمد صاحب اسپشل مجسٹریٹ سیتاپور دام مجدہم کی جوان صاحبزادی نے ۲۳ صفر کو دفعۃً حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال کیا اور ... کی ۳ سال کی بچی چھوڑی ہے۔ (۲) جناب سید کلب عباس صاحب ایڈوکیٹ ... سید محمد ... صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد کی حقیقی خواہر نے ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا۔ ...

...ایصال کرکے مثاب ہوں۔

سلسلہ تراجم العلماء

شیخ سدید۔ مفید علیہ الرحمہ

سے زبانیہ یار خدا یہ کس کا نام آیا :: کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

جناب شیخ چوتھی صدی ہجری کے ثلث حصہ منقضی ہونیکے بعد قریہ عکبریٰ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس قریہ کی قسمت میں قسّام ازل نے لکھا تھا کہ اسکی خاک پاک سے ایک آفتاب درخشاں طلوع ہوگا جسکی انوار سے اسلامی دنیا روشن ہوگی اور شریعت غرّا و ملت بیضاء کے احکام کا نشر اور اسکے رموز و غوامض کا انکشاف آپکی ذات والا صفات سے ظاہر ہوگا۔ آپکے افادات سے عقل مستفاد مستفید ہوئی۔ ایسے قدسی ضمیر متکلم بے نظیر تھے کہ اشاعرہ و معتزلہ وغیرہ آپکے سطوت مناظرہ و کلام سے کنج اعتزال میں مختفی تھے۔ علمائے عامہ کا ناطقہ بند تھا۔ اور بڑے بڑے کاملین عامہ سپر انداختہ تھے۔ جن لوگوں کی نظر سے آپکی مباحثات گزری ہیں وہ بخوبی مطلع ہیں کہ آپکی قوت قدسیہ اور ذہن نقاد و طبع وقاد کس پایہ کی تھی۔ قاضی عبد الجبار۔ علی بن عیسےٰ رمّانی۔ قاضی ابو بکر باقلانی۔ فاضل کبتی۔ ابی عمرو۔ درشانی وغیرہم جو علمائے عامہ میں مشاہیر و ناموراہل علم تھے۔ اور ہمعصر شیخ ممدوح تھے جب آپکے مقابلہ میں نکلے تو سوائے فرار کے چارہ کار نہ تھا۔ چنانچہ آپکے مشہور مناظرے جو ان حضرات عامہ کے ساتھ ہوئے ہیں۔ وہ کتب میں مندرج ہیں لیکن بعض دلچسپ مناظرے انشاء اللہ اپنے مقام پر مذکور ہونگے۔ جن سے ناظرین کے قلوب مسرور ہونگے۔

شجرہ نسب شیخ | یہ ہے :۔ محمد بن محمد بن نعمان بن عبد السلام بن جابر بن سعید بن جبیر بن وہیب بن ہلال بن اوس بن سعید بن سنان بن عبد الدار بن رباب بن زیاد بن حرث بن مالک بن ربیعہ بن کعب بن حارث بن کعب بن علہ بن ہارن بن مالک

بن محمد بن نعمان بن عبدالسلام بن جابر بن نعمان بن سعید بن جبیر بن وہیب بن ہلال بن اوس بن سعد بن مالک بن شنخب بن احمس بن ... بن حداد بن زید بن شنخب عریب بن دقید بن کہلان بن سنان بن یشجب بن یعرب بن قحطان (قصص العلماء)

ولادت و وفات ولادت جناب شیخ مفید بتاریخ ۱۱ ذیقعدہ ۳۳۸ھ واقع ہوئی اور وفات بتاریخ ۳ ماہ رمضان المبارک ۴۱۳ھ کو ہوئی۔ جس سے حضرت شیخ کی عمر شریف ۸۰ سال یا ۷۵ سال کی ہوئی۔ جیسا کہ فاضل نکا بنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے۔ بعض تذکرہ نویس کم و بیش تعداد عمر لکھی ہے۔ اور مورخ یافعی نے اپنی تاریخ میں جناب شیخ کی عمر شریف ۷۶ سال لکھی ہے۔ اور صاحب تذکرۃ العلماء نے بھی ۷۶ سال لکھی ہے۔

کنیت ولقب جناب شیخ سدید کی کنیت ابو عبداللہ اور القاب شریفہ ابن المعلم و مفید ہیں۔

حلیہ شیخ جناب شیخ علیہ الرحمہ کا قد و قامت معتدل میانہ۔ رنگ گندم گوں نحیف الجثہ حسن اللباس تھے۔ زہد و ورع و کثرت عبادت کے سبب جسم لاغر ہو گیا تھا۔ (تاریخ یافعی)

تعلیم و تلمذ جناب شیخ بچپنے میں اپنے مولد عکبرا قریہ سے والد ماجد کے ہمراہ شہر بغداد میں چلے آئے تھے۔ اور یہاں بڑے بڑے فضلاء موجود تھے۔ علم فقہ آپنے جناب ابن قولویہ سے پڑھا جو ایک جلیل القدر عالم ثقات طائفہ امامیہ سے تھے۔ اور ابی عبداللہ معروف بجعلی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ علوم میں مشغول ہوئے۔ اور یہ عالم درب رباح بغداد میں مقیم تھے۔ اس کے بعد ایک

اسامی اساتذہ اور فاضل جنید ابی یاسر نامی کے درس میں حاضر ہوئے جو کہ باب خراسان میں قیام پذیر تھے۔ کچھ عرصہ تک اسکے پاس پڑھتے رہے جب فاضل جناب شیخ کی مباحث علمیہ میں شافی جوابات دینے سے عاجز رہ گیا۔ تو اکیلا کہنے لگا کہ آپ علامہ علی بن عیسٰے رمانی کے درس میں کیوں نہیں جاتے۔ وہ علم کلام وغیرہ میں وحید عصر ہے۔ اس سے مستفیض ہونا چاہیئے۔ جناب شیخ نے عرض

کیا کہ اُن سے واقفیت نہیں ہے اور نہ کوئی وسیلہ ہے جس کے ذریعہ سے یہ کام نکلے۔ یہ سنکر ابو یاسر نے ایک شخص کو اپنے احباب میں سے انکے ساتھ کر دیا۔ اور علامہ رُمّانی کی خدمت میں لیگئے۔ یہ شخص اُنکو چھوڑ کر چلا آیا۔ اور حضرت شیخ بوجہ کثرت طلبہ علوم و ازدحام فضلاء سے باکمال صفِ نعال میں بیٹھ گئے۔ اور جب اژدہام میں کمی ہوتی گئی تو آگے بڑھتے گئے اور قریب تر ہوتے گئے تاکہ افادۂ مسائل سے بہرہ مند ہوں۔ اسی اثنا میں ایک بصری شخص نے آکر علامہ رمّانی سے پوچھا کہ جناب مولانا! آپ حدیث غدیر اور قصہ غار میں کیا فرماتے ہیں؟ علامہ نے فرمایا کہ خبر غار درایت ہے اور حدیث غدیر روایت اور روایت سے وہ بات ثابت نہیں ہوتی جو درایت سے ہوتی ہے۔ بصری جواب دینے سے عاجز ہو کر چلا گیا۔ اور جناب شیخ کو یارائے ضبط نہ رہا۔ اور آگے

صحبت مناظرہ | بڑھکر علامہ سے عرض کی کہ حضرت مولانا۔ میرا ایک سوال ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ فرمایا۔ ہاں۔ ہاں۔ کہئے۔ جناب شیخ نے کہا کہ جناب مولانا اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کہ امام عادل کے ساتھ خروج کرے اور حرب و قتال کا مرتکب ہو۔ جواب دیا کہ وہ شخص کافر ہے۔ پھر ذرا سوچ سمجھکر کہا کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ پھر جناب شیخ نے کہا کہ آپ جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی امامت کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ جوابدیا کہ وہ امام حق ہیں۔ جناب شیخ نے کہا کہ آپ حضرات طلحہ و زبیر و فتنۂ حرب جمل کے باب میں کیا فرماتے ہیں۔ جوابدیا کہ انھوں نے توبہ کر لی۔ جناب شیخ نے کہا کہ خبر حرب درایت ہے اور حدیث توبہ روایت۔ یہ سنکر انھوں نے کہا کہ شائد آپ اس وقت موجود تھے جب مرد بصری نے ہم سے پوچھا تھا۔ کہا ہاں۔ اسپر علامہ رُمّانی نے کہا۔ روایۃٌ بروایۃٍ ہاں ہاں۔ ایک روایت دوسری روایت کے برابر ہوگئی اور آپ کا سوال وارد ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور اس شہر میں کس عالم سے پڑھتے

وجہ تسمیہ خطاب مُفید | ہیں۔ کہا کہ میرا نام محمد بن محمد ہے اور شیخ ابی عبداللہ جعلی

کی خدمت میں پڑھتا ہوں۔ پھر اپنی جگہ پر جناب شیخ کو بٹھایا اور اندر مکان کے
جاکر ایک رقعہ سر بمہر لکھکر لایا۔ اور کہا اسکو اپنے استاد ابی عبداللہ کو دیدیجئے۔
رقعہ لیکر اپنے استاد کو دیدیا۔ انھوں نے کھولکر پڑھا اور خود بخود ہنسنے لگے۔
جب پڑھ چکے تو جناب شیخ سے کہا کہ اسمیں وہی ماجرا لکھا ہوا ہے جو تمہارے اور علاء
رمانی کے مابین ہو چکا ہے۔ اور تمہاری نسبت وصیت بھی کی ہے اور تم کو لقب مفید
عطا کیا ہے۔ راقم اس زمانہ اور اُس زمانہ کے علماء و طلباء علوم کی معاشرت علمی میں زمین
و آسمان کا فرق پاتا ہے۔ علماے عامہ کا طرز درباره تعلیم نہایت دلخراش ہے۔
دوسرے مذہب والے طلبہ کو ہرگز پڑھانے پر رضامند نہیں ہیں۔
کتاب مصابیح القلوب میں اس حکایت بالا کو اور طرح نقل کیا۔ چنانچہ مجالس المومنین
میں کتاب مسطورہ کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہے کہ قاضی عبدالجبار معتزلی شہر بغداد میں
درس دے رہا تھا۔ اور مشاہیر علماے فریقین بھی اس مجلس میں موجود تھے جناب
شیخ مفید جو اُسوقت درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور قاضی مذکور نے انکا نام نامی
سنا تھا لیکن ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اس مجلس میں وارد ہوئے اور صف نعال میں بیٹھ
گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد جناب قاضی سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت
ہو تو ایک سوال پوچھوں۔ قاضی صاحب نے کہا بسم اللہ۔ فرمائیے۔ شیخ نے کہا
کہ وہ خبر جو طائفہ شیعہ روایت کرتے ہیں کہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" آیا یہ
مسلم ہے کہ بروز غدیر رسولخدا نے کہا یا شیعہ لوگوں نے افترا کیا ہے۔ جوابدیا
روایت دیگر درباره خطابت مفید کہ خبر صحیح ہے۔ پھر کہا کہ لفظ مولیٰ کے کیا معنی ہیں
کہا اولیٰ۔ اس پر جناب شیخ نے کہا کہ پھر یہ اختلافات و نزاعات یعنی چہ؟ قاضی
صاحب نے فرمایا۔ اے برادر! یہ خبر روایت ہے اور خلافت ابی بکر درایت ہے
اور عقلمند شخص روایت کیلئے ترک درایت نہیں کرسکتا۔ جناب شیخ نے اس مسئلہ
کو چھوڑ دیا۔ اور ادھر اُدھر کی باتوں میں ٹال کر کہا کہ آپ اس خبر کی نسبت کیا
فرماتے ہیں کہ رسولخدا نے امیرالمومنین علی کے بارہ میں فرمایا حربک حربی وسلمک سلمی

قاضی صاحب نے کہا یہ صحیح ہے۔ شیخ صاحب نے کہا۔ پھر آپ اصحاب جمل کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ غالباً آپ کے قول سے امام زمانہ کے مخالف اشخاص ناجی نہیں ہوسکتے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ انھوں نے توبہ کرلی۔ اس کے جواب میں جناب شیخ نے کہا۔ ایہا القاضی اجرب درایت ہے۔ اور توبہ روایت اور آپنے خود سوال حدیث غدیر میں فرمایا تھا کہ عقلمند آدمی درایت کو روایت سے ترک نہیں کرتا۔ قاضی صاحب سنکر متحیر ہوگیا۔ اور سر نیچے جھکایا۔ پھر تھوڑے عرصہ کے بعد سر اٹھاکر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہا کہ آپکا نیازمند "محمد بن محمد بن نعمان الحارثی"۔ یہ سنکر اٹھا اور جناب شیخ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھایا۔ اور کہا "اَنْتَ الْمُفِیْدُ حَقًّا" آپ فی الحقیقت مفید ہیں!!! راقم عرض کرتا ہے کہ دراصل یہ خطاب جناب صاحب العصر عجل اللہ فرجہ نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ توقیعات میں مذکور ہے۔ جو آگے نقل ہونگے۔

علمائے مجلس کو یہ امر پسند نہ آیا اور سخت رنجیدہ ہوئے اور قاضی صاحب سے جھگڑنے لگے انھوں نے کہا کہ میں لاجواب ہوگیا ہوں۔ اگر آپ حضرات جواب باصواب دیں تو میں انکو اٹھاکر نکالدوں گا۔ یہ سنکر سب کے سب مبہوت ہوگئے۔ اور حق کا بول بالا ہوا یہ واقعہ مناظرہ مشہور ہوگیا اور اسکی خبر دربار سلطان عضدالدولہ میں بھی پہونچی

سلطان عضدالدولہ اور جناب شیخ مفید کی قدر افزائی | سلطان نے اپنے سفیر جناب شیخ مفید کی خدمت میں روانہ کئے اور وہ اونکو اپنے ساتھ لے آئے۔ سلطان نے یہ تمام ماجرا سنکر جناب شیخ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور اپنا مرکوب خاص جو طلائی زین پوش۔ لگام مع جمیع اسباب طلائی سے مزین و آراستہ تھا عطا کیا۔ اور جبہ و دستار بیش قیمت اور ایک لاکھ اشرفی اور خادم دیا۔ اور ہر روز دہ من نان اور پنج من گوشت رسد مقرر ہوئی اور چند دیہات من مضافات بغداد بطور جاگیر مرحمت فرمائی۔

سلطان عضدالدولہ آل بویہ کا ایک نامور بادشاہ تھا اور یہ اول شخص ہے کہ

جس کو شاہنشاہ کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ شاہنشاہ جلیل القدر فاضل حمید
تاریخی مختصر حالات عضد الدولہ اور فضیلت پرور اور صاحب توفیق تھا۔ اور
سلاطین دنیا میں سے کوئی بھی علم و ہنر میں ان سے نسبت نہیں رکھتا۔ اور انکے
مآثر و مناقب میں مجلدات لکھے گئے ہیں۔ مورخ یافعی نے لکھا ہے کہ یہ اول شخص
ہے کہ شاہنشاہ سے ملقب ہوا ہے۔ اور اول شخص ہے کہ بغداد کی منابر پر بعد
خلیفہ اس کا نام نامی مشہور ہوا ہے شیعی عالی صاحب شہامت۔ حازم۔ ذکی
جواد۔ مہیب۔ خونریز تھا۔ اور اس کے جاسوس بکثرت تھے کہ جو اطلاعات بلاد
دور دراز اور اخبار سلاطین روزگار انکو پہنچایا کرتے تھے اور اس کے بنی اعمام
میں اسکے مثل کوئی نہ تھا۔

اور صاحب روضۃ الصفا رناقل ہیں کہ سلطان عضد الدولہ خلاصہ سلاطین
دیلم تھا اور اس کے مآثر و مناقب میں مجلدات لکھے گئے ہیں۔

عضد الدولہ کی تعریف علماء عامہ کے قلم سے شیخ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب
طبقات النجاۃ میں لکھتا ہے۔ کہ عضد الدولہ علماء عربیت و ادب میں سے ایک
فرد خاص تھا۔ اور فاضل و نحوی و شیعی تھا۔ اور ماہر فنون علوم تھا اور فن عربیت
میں ابحاث خوب و اقوال مرغوب رکھتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن ہشام
خوراوی نے کتاب افصاح میں اُن سے سخنان عالی رتبہ نقل کئے ہیں۔ اور
کہتے ہیں کہ وہ (عضد الدولہ) کامل العقل و غزیر الفضل حسن السیاستہ شدید الہیبۃ
بعید الہمتہ و صاحب رائے ثاقب و محب فضائل و تارک رذائل تھا۔ اور درباب
ذکر ابو علی فارسی بیان کرتے ہیں کہ جب اُس نے کتاب ایضاح علم نحو میں تصنیف
کی اور نظر سلطان عضد الدولہ سے گزری تو سلطان نے اسکو پسند نہ کیا۔ اور
ارشاد کیا کہ یہ تعلیم اطفال کیلئے خوب ہے۔ اور اسمیں ہماری معلومات سے جو ایام صبا
میں سیکھے تھے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد ابو علی نے کتاب تکملہ تصنیف
کر کے سلطان عضد الدولہ کی خدمت میں پیش کی۔ سلطان نے اس کو دیکھکر فرمایا

کہ ابو علی نے انھیں اُمور کو جو کتاب الیضاح میں ہم نے بیان کئے تھے۔ دُہرایا ہے اور ان مسائل کو الفاظ کا لباس جدید پہنایا ہے۔ جنکو نہ ہم سمجھتے ہیں نہ خود مصنف علمائے شیعہ میں سے انکے معاصر جناب شیخ مفید تھے۔ حضرت شیخ کی تعظیم و تکریم و رعایت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نکرتا تھا۔ اور پر جو مناظرہ قاضی عبد الجبار اور جناب شیخ کے درمیان ہوا تھا مذکور ہوا کہ جس میں حضرت شیخ نے قاضی صاحب کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔ اور انعام و اکرام سے حضرت شیخ کو مالا مال کر دیا۔ علاوہ اسپ طلائی و خلعت ہائے فاخرہ کے چند دیہات بھی مضافات بغداد میں بطور جاگیر عطا کئے تھے تاریخ کثیر میں لکھا ہے کہ عضد الدولہ نے بغداد میں ۳۷۲ھ کو اڑتالیس سال کی عمر میں وفات پائی اور حسب وصیت جنازہ مشہد نجف میں لیجا کر جوار روضہ متبرکہ میں دفن کیا۔ اور

عبارت لوح | لوح قبر پر یہ عبارت لکھی گئی۔ هٰذا قبر عضد الدولة و تاج الملّة ابي شجاع بن رُكن الدولة احبّ مجاورة هٰذا الامام المعصوم لطمعه في الخلاص يوم تاتي كل نفس تجادل عن نفسها و صلواته على محمد و عترته الطاهرين۔

سلطان عضد الدولہ کی جملہ مآثر میں سے تجدید عمارت مشہد مقدس حضرت امیر المومنین علیؑ ہے اور دار الشفائے بغداد اور قنطرہ بند امیر جسکی عظمت کی شرح و تصویر حیز تقریر سے باہر ہے۔ علامہ دوّانی نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ الحق یہ موضع اعجوبہ جہاں و نادرہ دوراں ہے کیونکہ حسن صنعت سے ایک پہاڑ دریا کے اندر تعبیہ کیا ہے۔ اور اسپر اساس حصین حصین محکم و استوار رکھی ہے۔ اور بطور ایک جزیرہ کے بحر کے اندر ترتیب دیا ہے۔ اور اس پر ایک قصر رفیع الشان تعمیر ہوا ہے

ذکر مآثر عضد الدولہ | اور یہ ایک عمارت بدیع منجملہ آثار دولت بادشاہ دین پناہ عضد الدولہ دیلمی ہے جو کہ اپنے عہد میں غرۂ سلاطین کامگار و قدوۂ اساطین نامدار تھا۔ اور تقویت دین سید الانبیاء اور تعظیم سادات علماء میں گوئے سبقت اقران و امثال پر لے گیا تھا۔ اور صفحات دہر اس کے مناقب و مدایح سے

متکلمین امامیہ میں سے ایک ممتاز فرد تھے۔ اپنے زمانہ میں ریاست طائفہ امامیہ آپکی طرف منتہی تھی
علم نحو ی و صناعت کلام میں پیشوائے علمائے اعلام تھے۔ اور علم فقہ میں مجتہد و
فقیہ بے نظیر فکر عمیق و فہم دقیق رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں بدیہہ گو حاضر جواب تھے
اور قریب دو سو کے کتابیں تصنیف کیں۔ فہرست کتب انکی مشہور ہے۔ ولادت
انکی سنہ ۳۳۸ھ میں ہوئی۔ اور وفات بتاریخ ۳ ماہ رمضان سنہ ۴۱۳ھ کو واقع ہوئی
اور مخالفین و موافقین کی کثرت جو برائے رسم تعزیت و ادائے شرف نماز جنازہ کیلئے ہوئی
ایسی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ یوم وفات ایسا اندوہگیں تھا کہ کبھی ویسا دیکھا نہ گیا۔
اور گریہ و فریاد و زاری سے کہرام مچا ہوا تھا اور مفارقت شیخ سے بے چینی و اضطراب
کا سماں دکھائی جاتا تھا۔

علمائے اعلام و فقہائے عظام کے اقتباسات دربارۂ شیخ مفیدؒ۔ علامہ ابن شہر آشوب کتاب
معالم العلماء میں رقمطراز ہیں:۔ کہ حضرت امام زمان علیہ السلام نے جناب شیخ کو
لفظ شیخ مفید سے ملقب فرمایا ہے اور اس کا سبب ہم نے کتاب مناقب آل ابیطالب
میں ذکر کیا ہے یعنی آنحضرت نے اوائل توقیع میں انکو اسی لقب سے یاد فرمایا
ہے۔ شیخ یوسف بحرینی ناقل ہیں کہ یحییٰ بن البطریق حلی نے رسالہ نہج العلوم میں لکھا
ہے کہ علاوہ دیگر خوبی و تقدس شیخ مفید کہ جمیع شیعیان میں مسلم ہے۔ ایک یہ ہے کہ جناب
حضرت امام صاحب الزمان علیہ السلام نے ہر سہ نامجات میں لفظ الاخ السدید والولی
الرشید و شیخ مفید سے انکو یاد فرمایا۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی مدح ہے۔ اور کافی ہے فخر کیلئے۔
علامہ علیہ الرحمہ خلاصۃ الاقوال میں لکھتے ہیں کہ محمد بن محمد کا لقب مفید ہے اور اسکی
وجہ تسمیہ نے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ اور ابن المعلم کے لقب سے بھی معروف تھے۔ اور
وہ بزرگ ترین مشائخ شیعہ امامیہ اور رئیس و استاد فرقہ ناجیہ تھے۔ اور جمیع علمائے کرام
امامیہ جو انکے بعد عالم وجود میں آئے ہیں جناب شیخ سے سلسلہ تلمذ رکھتے ہیں۔ اور
آپکا فضل و کمال فقہ و کلام و روایت احادیث ائمہ عظام علیہم السلام میں مشہور تر اس سے
ہے کہ اسکا وصف ہو۔ جناب شیخ اپنے عہد میں ثقہ ترین اور اعلم وقت تھے۔ اور ریاست

دینی و دنیوی فرقہ حقہ امامیہ کی آپ پر منتہی تھی۔ حسن خاطر۔ دقیق الفطانت حاضر جواب تھے۔ قریب دو سو کے آپ نے کتابیں لکھیں سنہ ۴۱۳ھ میں وفات پائی۔ اور جناب علم الہدیٰ نے میدان اشنان میں انکی نماز جنازہ پڑھی۔ اور یہ میدان بسبب کثرت و ازدحام حاضرین بھر گیا تھا۔ اور تنگی کیوجہ سے لوگ بمشکل کھڑے تھے حالانکہ میدان بہت وسیع و عریض تھا۔ پھر انکو انکے مکان میں دفن کیا۔ بعد مدت نقل کر کے مقابر قریش میں قریب مزار پر انوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام جانب قبر استاد شیخ ابو القاسم جعفر بن قولویہ رحمہ اللہ سپرد خاک کیا۔

(ھ)۔ ابن کثیر شامی مورخ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ محمد بن محمد نعمان ابو عبداللہ معروف بہ ابن المعلم شیخ شیعیان و مصنف و حامی ان کا تھا۔ سلاطین اطراف انکے معتقد تھے۔ کیونکہ اکثر اہلِ سے مذہب شیعہ کیطرف مائل تھے۔ اور ہر طائفہ کے علماء تعداد کثیر میں آپکی درس میں شریک ہوکر استفادۂ علوم کرتے تھے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ آپکے تلامذہ میں سے ہیں اور انھوں نے ایک مرثیہ شیخ مفید کی وفات پر لکھا ہے۔ جو اپنی خوبیوں میں بےمثل ہے مترجم کو از حد افسوس ہے کہ وہ مرثیہ باوجود تلاش بلیغ دستیاب نہ ہوا۔ امید ہے کہ کتب خانہ جناب فردوس مآب میں انشاء اللہ ملیگا۔

(و) علامہ ذہبی نے کتاب العبر اور علامہ یافعی نے کتاب مرآۃ الجنان میں بتقریب وقائع سنہ ۴۱۳ھ لکھا ہے کہ اسی سال شیخ مفید نے وفات پائی جو کہ عالم شیعیان و پیشوائے رافضیان صاحب تصانیف کثیرہ معروف بہ شیخ مفید و ابن المعلم تھے علم کلام۔ فقہ۔ مناظرہ میں کمال تفوق رکھتے تھے۔ اور عہد دولت سلاطین آل بویہ میں ہر مذہب و ملت کے علماء سے جلالت و عظمت کیساتھ مناظرہ کرتے تھے۔ اور بکثرت صدقات فی سبیل اللہ دیتے تھے۔ خشوع و خضوع روزہ و نماز میں شدت و کثرت سے مشغول رہتے تھے اور لباس خشن زیب تن فرماتے تھے اور بارہا سلطان عضد الدولہ دیلمی شیخ موصوف کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا تھا اور تعظیم و تکریم۔ انعام و جوائز سے پیش آتا تھا آپکا حلیہ مبارک نحیف الجثہ۔ رنگ گندم گوں۔ قد میانہ تھا۔ ۷۶ سال کی عمر پائی اور

دو سو سے زاید کتب آپکی تصانیف سے ہیں اور روز وفات میں آپکے جنازہ پر خلائق بیشمار جمع ہوئی تھی اور اسی ہزار شیعہ و رافضی جنازہ کی مشائعت میں حاضر تھے۔ اور ماہ رمضان میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ آخر میں لکھتے ہیں اراح اللہ منہ "یعنی جمیع اہلسنت نے انکی موت سے راحت پائی۔ اور خدا نے انکے چنگال مناظرہ سے انکو رہائی دی۔ انتہی

نمبر ۲) علامہ ابن حجر عسقلانی جنھیں حضرات اہلسنت امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں اپنی کتاب لسان المیزان میں فرماتے ہیں۔ محمد بن محمد بن النعمان الشیخ المفید عالم الرافضۃ ابو عبد اللہ بن المعلم صاحب التصانیف البدعۃ وھی مائتا تصنیف طعن فیھا علی السلف لہ صولۃ عظیمۃ بسبب عضد الدولۃ شیعۃ ثمانون الف رافضی مات ۴۱۳ھ انتھی قال الخلیب صنف کتبا کثیرۃ فی ضلالھم والذب عن اعتقادھم والطعن علی الصحابۃ والتابعین وائمۃ المجتھدین وھلک بھا خلق الی ان اراح اللہ منہ فی شھر رمضان تلث وکان کثیر التقشف والتخشع والاکباب علی العلم تخرج بہ جماعۃ (ترجمہ) محمد بن محمد بن نعمان شیخ مفید رافضیوں کے عالم ابو عبد اللہ کنیت ابن المعلم صاحب تصانیف بدعت ہیں کہ جو دو سو ہیں طعن کی ہے انھیں سلف پر اونکی عضد الدولہ کے باعث بڑی صولت تھی تشیع کی تھی انکے جنازہ کی اسی ہزار رافضیوں نے وفات پائی ۴۱۳ھ میں کہا خطیب نے کہ شیخ نے بہت سی کتب ضلال شیعہ اور انکے اعتقاد سے شبہات دفع کرنے اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کی طعن میں تصنیف کیں۔ اور گمراہ ہوئے بسبب اُن کتب کے ایک خلقت یہاں تک کہ راحت دی خدا نے بسبب اُن کے مرنے کے ماہ رمضان میں کہا میں نے (ابن حجر نے) اور ریتھے شیخ بہت شکیبا شکستہ حال اور بہت خاشع اور بہت متوجہ علم کیجانب۔ ایک جماعت انکے سبب کامل ہو کر نکلی۔ پھر اسکے بعد جناب شیخ کا مقام ولادت و عضد الدولہ کی انکی خدمت میں حضوری وغیرہ کا ذکر کرکے نقل فرماتے ہیں ماکان المفید ینام من اللیل الا ھجعۃ ثم یقوم یصلے اویطالع اویدرس اویتلو القرآن (لسان المیزان مجلد دوم ص۳۰۲ قلمی ماخوذ از استبصار الشریعۃ ص۳ جلد ۱) (ترجمہ) مفید شب کو بہت ہی نوم خفیف کرتے تھے

پھر اٹھتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے یا مطالعہ کرتے تھے یا درس دیتے تھے یا تلاوت قران کرتے تھے۔ ان عبارات میں جناب شیخ کے زہد و تقویٰ و کثرت صدقات و مبرات وغیرہ صفات حمیدہ اور علم کلام و جدل و فقہ وغیرہ میں کامل ہونیکا جس صراحت سے اعتراف کیا گیا ہے وہ واضح و روشن ہے۔ پس ایسے بزرگ کی نسبت کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے (معاذ اللہ) انمیں صدق و عہد و امانت وغیرہا اوصاف نہ تھے۔ اور یہ کہنا خطیب کا کہ بہت سے کتب ضلال لکھکر خلق خدا کو گمراہ کیا کس قدر انصاف سے بعید اور مظہر ناصبیت و خارجیت شدید ہے۔ خاصکر ان تمام علمائے عامہ کے قلم سے فقرہ اراح اللہ منہ کا نکلنا خاصکر قابل لحاظ ہے کہ جس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ایک جناب شیخ کی ذات سے حضرات عامہ کی کیسی زندگی تلخ رہتی تھی کہ انکی وفات پر بے اختیار کہہ اٹھے کہ خدا نے ان کے مرنیسے راحت دی۔ اور جس شخص نے جناب شیخ کے مناظرات اور کتب ملاحظہ فرمائی ہیں۔ وہ اچھی طرح حضرات عامہ کے قول کی تصدیق کرسکتا ہے۔ اتنا تو خود خطیب بغدادی صاحب کے قلم سے بھی نکل گیا کہ ان جناب کی تصنیفات سے ایک خلقت بھر گمراہ ہوگئی جس کا حضرات شیعہ کو مطلب سمجھنا چاہیئے کہ راہ راست اختیار کی۔ پھر ایسے بزرگ کی ذات سے کیونکر عامہ راحت سے بسر کرتے (انتصار الشریعہ ۲۳ جلد ۱)

علاوہ اس کے ناظرین کرام تعصب عداوت عامہ کا اندازہ۔ اور انکی تہذیب و شائستگی کا قیاس کرسکتے ہیں کہ ایک فقیہ اہلبیت علیہم السلام کی عداوت انکے رگ و ریشہ میں کیسے سرایت کرگئی تھی۔ جو انسانی نوع سے گزر کر سبعیت کا نقشہ پیش کررہی ہے۔ کیونکر نہ ہو کہ آخر یہ حضرات انھیں لوگوں کی یادگار ہیں جنھوں نے امام حسین فرزند رسول کو شہید کرکے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔ اور چار مسجدیں یادگار میں تعمیر کیں علمائے عامہ کا خبث طینت اور فقرہ اراح اللہ منہ پر نظر اگر غور سے اس جملہ اراح اللہ منہ کو دیکھیں تو اس سے جناب شیخ مفید کا غزارت علم و فضل اور انکی جلالت قدر اور حامی دین مبین ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے انکے متعلق

بانس المؤمنین میں لکھا ہے کہ مورخین عامہ نے تصریح کی ہے کہ جناب شیخ مفید علمائے
مخالفین کو بذریعہ اپنی دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے ملزم و مالیدہ رکھتے تھے۔
اور اپنے دعاوی و بطلان کو ثابت کرتے تھے جبکہ معارضہ و مناظرہ سے عاجز و مبہوت
ہو جاتے تو اعدائے اسلام کے قتل انکے مرگ کی تمنا کرتے تھے چنانچہ مورخ ابن کثیر
شامی نے لکھا ہے کہ جب شیخ مفید کی خبر وفات ابو القاسم خفاف معروف بہ ابن النقیب
(اہل سنت والجماعت کا ایک فاضل تھا) نے سُنی تو فرط سرور و انبساط سے اس نے
سہ منزلہ کو آراستہ کیا اور اپنے احباب و اصحاب کو کہا کہ وہ انکو مبارکباد دیں
دیں اور اُن سے کہتا تھا کہ اب مجھے مر جانا دشوار نہیں ہے کہ میں نے مرگ شیخ مفید کو سنا
لیوں تو ہو۔ یہ تقلید یزید پلید ہے ؎

ترا بمرگ کسے جا شادمانی نیست ٭ کہ زندگانی تو نیز جاودانی نیست

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ کوئی امر جدید نہیں ہے خفاف خفیف الحرکات ہونیکا ثبوت
دیا۔ مرنا اور جینا دونوں باتیں قانون قدرت میں داخل ہیں اور ہر ایک متنفس کو یہ
پیالہ موت ناگزیر ہو۔ اگر یہ انسانی جامہ میں ہوتے۔ اور تعصب عناد و کینہ سے انکا سینہ
صاف ہوتا تو یہ لایعنی حرکت ظہور میں آتی۔ انکے پیشوا ابو حنیفہ کوفی نے ازراہ تمسخر
و استہزا جناب مومن طاق سے کہا کہ واہ تمہارا امام کا ہے کہ وہ قیامت کے
[illegible] گا۔ اور خدا نے اُسے مہلت لے لی ہے قیامت تک لوگوں کے ورغلانیکی
زمانہ نے بہت سی کروٹیں بدلیں۔ قوموں کے عروج و زوال۔ اقبال و ادبار کا خاکہ
ہمارے پیش نظر ہے۔ لیکن جناب سرور کائنات کی رحلت کے بعد سے جو قسمتی مسلمانوں
کے کارنامے داغدار دیکھے جاتے ہیں۔ اور بجائے نورانیت ظلمانی حالت روبہ ترقی رہی
ہے۔ اس کا شمہ بھی دیگر اقوام عالم میں نہیں پایا جاتا محسنین اسلام کی خاندان سے محبت
رکھنے والے اشخاص ان برائے نام مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی و بربادی۔ ذلت و
خواری میں مبتلا ہوتے آئے ہیں۔ حضرت شیخ مفید میں کیا عیب تھا جو انکی مرگ
پر خفاف کے گھر گھی کے چراغ جلے۔ صرف بڑا عیب بڑا نقص یہ تھا کہ وہ لائے

اہلبیت سے ان کا سینہ بے کینہ معمور تھا۔ اور علوم اہلبیت کا نشر و ترویج انکا مسلک تھا۔ اور وہ اپنی دم تک اسکو نبھایا اور جھوٹے طلسم کا تار تار الگ کر دیا۔ خدا اور رسول اُن سے خوش۔ علی ان سے راضی بتول اُن سے خوش۔

کرامات شیخ مفید! جناب شیخ اسد اللہ کاظمینی نے لکھا ہے کہ جناب شیخ مفید صاحب کرامات کثیرہ تھے (۱) منجملہ کرامات ایک یہ ہے کہ انکے نام نامی پر درود توقیعات ہوا ہے جو بڑی کرامت ہے۔ اور حضرت شیخ کی جلالت و عظمت کی مظہر ہے۔ (۲) دوسری کرامت یہ ہے کہ جناب شیخ نے ایک شب کو خواب میں دیکھا کہ مسجد کرخ میں جو شہر بغداد میں ہے بیٹھے ہیں اور جناب صدیقہ کبری حضرت فاطمہ زہرا تشریف لائیں اور حسنین کا ہاتھ تھامے ہوئے شیخ کے پاس آکر فرمایا یا شیخ علمہما الفقہ۔ اے شیخ ان دونوں کو علم فقہ پڑھاؤ۔ پس شیخ بیدار ہوئے۔ اور متحیر تھے کہ یہ کیسا خواب ہے؟ اور میری کیا مجال کہ امام کو تعلیم دوں۔ پھر صبح کو اُسی مسجد میں جا کر بیٹھے۔ جس کو خواب میں دیکھا تھا۔ ناگاہ دیکھا کہ مادر سید مرتضی آئیں اور انکے گرد لونڈیاں تھیں۔ انھوں نے سید مرتضی اور سید رضی کا ہاتھ پکڑ کر شیخ مفید کے پاس آکر کہا یا شیخ علمہما الفقہ" یہ دیکھکر اس خواب کی تعبیر سمجھی اور سیدین سندین کی تعلیم و تربیت میں کمال مبالغہ اور توجہ تام کرتے تھے! (۳) کرامت یہ ہے کہ جناب سید مرتضی علم الہدے نے اپنے آدمی کو حکم دیا کہ گھوڑے پر زین کسو۔ جناب شیخ مفید نے فرمایا کہ اسپر کتے نے پیشاب کر دیا ہے اور ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ آدمی کو کہو کہ زین کو دھو ڈالے۔ ناپاک ہے۔ اسپر علم الہدے نے کہا کہ تنہا آپکی گواہی قابل اعتنا نہیں ہے اس پر مباحثہ ہوا۔ آخر کار طے ہوا کہ مسئلہ لکھکر مرقد مطہر امیر المومنین پر رکھدیا جائے چنانچہ رقعہ لکھکر وہاں رکھدیا اور صبح کو جا کر دیکھا کہ اسپر ثبت تھا۔ "الحق مع ولدی والشیخ معتمدی" حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے اور شیخ ہمارا معتمد ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جناب شیخ و سید نے بالمشافہ حضرت سے یہ سُنا!!!

اور چند مباحثات علمی علمائے عامہ کے ساتھ جناب شیخ مفید کے مذکور ہوئے جنھیں در

مطلوب ہے۔ لیکن ایک مباحثہ دلچسپ لطیف جناب شیخ کا خلیفہ ثانی کے ساتھ عالم رویا میں آیہ غار کے متعلق ہوا ہی۔ اور جناب تاج العلما اعلی اللہ مقامہ نے اسکو کتاب المواعظ ارشادیہ ص ۲۰۹ میں لکھا ہی۔ اس لئے اس کو بھی یہاں لکھتا ہوں جس ناظرین کو محسوس ہوگا کہ جناب شیخ نے خلیفہ جی کا ناطقہ بند کر دیا۔ اور وہ جواب مسکت سنکر بغلیں جھانکنے لگے۔

عالم رویا میں شیخ مفید کا مناظرہ با خلیفہ ثانی | عامہ آیہ غار پر بڑا افتخار کرتے ہیں اسی سے حق خلیفہ اول میں ناحق مفید سمجھتے ہیں۔ پس مناسب حال ذکر خواب جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ ہی جو اس شبہہ کو زائل کرنے کو بہت مفید ہی۔ چنانچہ احتجاج طبرسی وغیرہ میں ہی کہ جناب شیخ فرماتے ہیں کہ ایک سال کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہی؟ لوگوں نے کہا کہ اسمیں ایک قصہ خواں ہی۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ کون ہی؟ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب ہی۔ یہ لوگ انکو مٹا کے گئے۔ دیکھا کہ وہ کچھ باتیں بتا رہا ہی۔ کہ جو مطلق انکی سمجھ میں نہ آئیں۔ انھوں نے یہ بات کاٹ کے فرمایا کہ اے شخص آیہ غار سے کون سی فضیلت یار غار بلکہ.... غار کی نکلتی ہے۔ عمر نے کہا چھ وجہوں سے پہلی یہ کہ اسمیں آیہ میں خدا نے ذکر نبی فرمایا۔ اور انکے ساتھ ہی ذکر ابو بکر آیا انھیں اول اور انھیں ثانی قرار دیا۔ پس فرمایا دوسرا دو آدمیوں سے۔ دوسری یہ کہ ان دونوں کو مکین لامکان نے ایک ہی مکان میں قرار دیدیا۔ کمال اتحاد و الفت کی راہ سے۔ پس فرمایا کہ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ سے تیسری۔ انھیں مصاحبت پیغمبر قرار دیا۔ اور فرمایا کہ جب نبی کہتے تھے اپنے مصاحب چوتھی اس آیہ سے کمال شفقت نبی حال ابو بکر پر ثابت ہوئی کہ حضرت نے انکی تسلی کے لئے فرمایا کہ ہراس نہ کر کچھ پروا نہیں۔ خدا تو ہمارے ساتھ ہے۔ پانچویں خدا کو جسطرح اپنے ساتھ کہا اُسیطرح ابو بکر کے ساتھ کہا۔ اور فرمایا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ نہ یہ کہ میرے ساتھ ہے۔

چھٹے یہ کہ خدا نے اسپر تسکین بھیجی یعنی منجانب اللہ تسکین ہوئی۔ ابوبکر کو اسلئے کہ حضرت کو تو ہمیشہ ہی تسلی تھی۔ پس چھ فضیلتیں ایسی ہیں کہ تم سے ایک بھی نہیں اٹھ سکتی۔
شیخ نے فرمایا کہ تم نے خوب بات گڑھی مگر قریب ہے کہ راکھ کیطرح ہوا کے جھونکوں سے اڑ کر خاک میں ملجائے اور میری پیشانی پر شکن بھی نہ آئے۔

جوابات شیخ

(۱) یہ جو تم نے کہا کہ وہ دو تھے تو اسمیں کیا فخر ہے گنتی گنانے سے کیا کام نکلتا ہے جب ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ یا ایک مومن دوسرے کافر کے ساتھ مل بیٹھیں گے تو وہ دو کہلائیں گے۔ اس سے کیا حاصل ہے
(۲) اور اسیطرح ایک مقام پر رہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اکثر نیک و بد مومن۔ کافر ایک جگہ ہوتے ہیں۔ جیسے مومن۔ منافق و کافر مسجد نبی میں جمع ہوتے کہ جو غار سے بھی بڑھ کے تھی اور اسیطرح کشتی نوح میں نیک بد سب تھے۔ نبی بھی تھے اور شیطان بھی تھا۔ اور کتا بھی تھا۔
(۳) اور لیکن ذکر صحبت تو اسمیں کیا فضیلت ہے جب قرآن میں کافر پر اطلاق صاحب و مصاحب آیا۔ اور اہل زبان نے جانور اور تلوار اور حمار (گدھا) تک کو صاحب کہا تو اب اس لفظ سے خلیفہ صاحب کو کیا صاحبی لگ جائیگی
(۴) اور یہ جو تم نے کہا کہ پیغمبر نے اسکی تسکین کو کہا کہ نہ ڈر تو یہ مدح نہیں بلکہ ذم ہے۔ اس لئے کہ اگر ڈر انکا بجا تھا تو پیغمبر کو منع کرنا [illegible] پس ضرور وہ بیجا تھا۔
(۵) اور یہ خیال کہ پیغمبر نے تنہا اپنے ساتھ خدا کو نہ کہا بلکہ [illegible] خدا ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ تعظیماً اطلاق جمع کیا ہو۔ جیسا [illegible] ہم نے نازل کیا قرآن اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ اور [illegible]
ابوبکر نے کہا کہ میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ مجھے آپکا اور جناب [illegible]
حضرت نے فرمایا کہ بیہودہ غم نہ کھا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا [illegible]

(۶) اور لیکن تسکین دینا خدا کا تو قرآن مجید سے صاف ظاہر ہے کہ تسکین اُسی کو دی گئی تھی جسکی مدد لشکر سے کیگئی۔ اور اگر صاحب لشکر بھی خلیفہ صاحب ٹھہرے تو ان کے پاس نہ لاؤ نہ لشکر۔ دوسرا اسمیں جناب سالتمآب کی نبوت باطل ہوئی جاتی ہے۔ طرفہ یہ کہ اور دو آیتوں میں نزول تسکین کا ذکر آیا ہے۔ اور اسمیں بہ تصریح خدا کے مومنین حاضر الوقت کو بھی شریک فرمایا ہے۔ پس اگر یہاں بھی کوئی مومن حضرت کے ساتھ ہوتا تو شریک حضرت کیا جاتا۔ پس خلیفہ کا تسکین سے خارج ہونا دلیل ہے اونکے خارج ہونے کی ...... بہر طور وہ ... ٹھہرے۔ یہ سُنکے وہ سن ہو گیا اور کچھ جواب نہ بولا۔ یہاں تک کہ میں جاگ اوٹھا"۔

راقم الحروف عرض پرداز ہے کہ آیہ غار کے متعلق جو استدلال خلیفہ ثانی نے پیش کیا۔ بعینہ ان کے مقلد بھی کہا کرتے ہیں۔ لیکن بقول عرب "لن یصلح العطار ما افسدہ الدھر" اس کی چولیں ڈھیلی ہی رہتی آئی ہیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ ایک ظریف الطبع شاعر نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل ٭ آں حزن و بیقراری پیر معمم
میر من آں امام کہ فرمانش بُردہ مار ٭ من ایں امام مار گزیدہ کجا برم

(باقی آئندہ)

سوالات النجم کا جواب

(ربط کیلئے اصلاح کا گزشتہ نمبر ملاحظہ ہو)

سوال نمبر ۵۔ اگر جناب امیر علیہ السلام کا خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کرنا بوجہ کمزوری یا بزدلی یا بے سامانی کے تھا تو ایسا فرمایئے۔ اور اگر بوجہ وصیت رسول کے تھا تو کیا اس وصیت میں یہ تصریح ہے کہ اے علی فلاں سن تک یا فلاں اشخاص کے مقابلہ میں صبر کرنا۔ اگر یہ تصریح ہے تو وہ روایتیں بحوالہ کتاب و صفحہ لکھئے اور اگر نہیں ہے تو پھر جناب امیر علیہ السلام نے جمل اور صفین والوں سے کیوں قتال کیا۔

جواب ۔ جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا خلیفہ اول کے

ہاتھ پر بیعت کرنا محض غلط جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے اور یہ بھی حضرات اہلسنت کا افترا و بہتان ہے۔ عام تاریخیں اور کل کتب حدیث پکار کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت علی اور آپکے ساتھ بڑے جلیل القدر صحابہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کردیا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں۔ فَبَایَعَہُ عُمَرُ وَبَایَعَہُ النَّاسُ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَوْ بَعْضُ الْاَنْصَارِ لَا نُبَایِعُ اِلَّا عَلِیًّا قَالَ وَ تَخَلَّفَ عَلِیٌّ وَ بَنُوْ هَاشِمٍ وَالزُّبَیْرُ وَلَا اَغْمِدُ سَیْفًا حَتّٰی یُبَایَعَ عَلِیٌّ یعنی حضرت ابوبکر کی بیعت حضرت عمر نے کرلی پھر دوسرے لوگوں نے بھی کی مگر انصار نے کہا کہ ہم تو حضرت علی کے سوا کسی کی بیعت نہیں کرینگے۔ غرض حضرت ابوبکر کی بیعت سے حضرت علی اور تمام بنی ہاشم اور زبیر وطلحہ سب الگ ہی رہے اور زبیر نے کہا کہ جب تک حضرت علی کی بیعت نہیں کیجائیگی میں اپنی تلوار کو نیام میں نہیں کرونگا۔ (تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۴) دیکھئے اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اول صاحب کی بیعت نہیں کی۔ ہاں آپ لوگوں نے یہ افترا کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت نے بھی بیعت کرلی۔ مگر یہ محض بہتان عظیم ہے۔ ویساہی بہتان جیسا حضرت عائشہ کے بارے میں کیا گیا تھا کہ انھوں نے صفوان بن معطل سے ناجائز تعلق کیا اور اسی غرض کیلئے قافلہ سے پیچھے رہگئی تھیں۔ پس اگر اس افترا و بہتان کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو آپ لوگوں کو حضرت عائشہ پر جو یہ افترا کیا گیا اس کو صحیح ماننا پڑیگا جب ہی تو آج تک اس قدر تفصیل و توضیح سے اس واقعہ کو لکھتے رہتے ہیں کہ عیسائی اور آریہ حضرات کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ غرض آپ حضرات نے اپنے افترا و بہتان سے جب نہ خدا کو چھوڑا نہ رسول کو اور نہ حضرت عائشہ تہام زنا سے بچیں تو حضرت علی پر آپ کیوں نہ افترا کرینگے کہ حضرت نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ بلکہ خود حضرت رسولخدا صلعم پر آپ حضرات نے بڑے بڑے اتہام قائم کئے۔ اگر طول نہ ہوتا تو میں چند واقعات نقل کرتا لیکن اختصار کے خیال سے صرف دو واقعہ حاضر ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے مورخ علامہ طبری حضرت رسولخدا صلعم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے اِذَا جِئْتُ اَوَّلَ وَاہِنَۃٍ

عمرو الزبیر وطلحۃ عن البیعۃ وقال

دُوْرِ مَكَّةَ سَمِعْتُ عَزْفاً بِالدُّفُوْفِ وَالْمَزَامِيْرِ یعنی جب میں مکہ کے گھروں سے پہلے
گھر کے پاس آیا تو ڈھول باجوں کی آواز اور گانا سنا فَجَلَسْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ تو
میں اطمینان سے بیٹھ کر یہ تماشہ دیکھنے لگا ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ
فَقَالَ اَفْعَلُ فَخَرَجْتُ فَسَمِعْتُ حِيْنَ جِئْتُ مَكَّةَ مِثْلَ مَا سَمِعْتُ حِيْنَ دَخَلْتُ
مَكَّةَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَجَلَسْتُ اَنْظُرُ یعنی پھر میں دوسری رات کو بھی نکلا تو پہلی
رات کی طرح اس رات میں بھی وہی جشن وہی گانا باجہ تھا تو میں آج بھی بیٹھ کر اطمینان
سے یہ تماشہ دیکھنے لگا (تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۶) اب دوسرا واقعہ
ملاحظہ ہو۔ آپ کے شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی لکھتے ہیں "آنحضرت
نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی۔ کفار بھی موجود تھے۔ جب آپ نے یہ آیت پڑھی
وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے
تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى یعنی یہ (بت) معظم و محترم
ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔ اس کے بعد آنحضرت نے سجدہ کیا اور تمام
کفار نے آپ کی متابعت کی" (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶) یہ نہ خیال فرمائیے گا
کہ صرف مولوی شبلی صاحب نے اس کو لکھا ہے بلکہ بڑے بڑے محدثین و مورخین و
مفسرین اس واقعہ کو پوری تفصیل سے لکھتے آئے ہیں خود مولوی شبلی صاحب
بیان کرتے ہیں کہ "بہت سے محدثین نے اس روایت کو بہ سند نقل کیا ہے ان میں
طبری۔ ابن ابی حاتم۔ ابن المنذر۔ ابن مردویہ۔ ابن اسحاق۔ موسی بن
عقبہ۔ ابو معشر۔ شہرت عام رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے
کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایت کی صحت پر اصرار ہے۔ چنانچہ
لکھتے ہیں وقد ذکرنا ان ثلاثة اسانید منها علی شرط الصحیح وهی مراسیل یحتج بمثلها
من یحتج بالمراسیل یعنی ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس روایت کی تین سندیں صحیح
کی شرط کے موافق ہیں اور یہ روایتیں مرسل ہیں اور ان سے وہ لوگ استدلال کرتے
ہیں جو مرسل روایتوں کے قائل ہیں" (سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶) اس بیان

ہیں مولوی شبلی صاحب نے جو لکھا کہ "شیطان نے آپکی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے"
تو یہ بات مخالفین کا جواب دینے کیلئے بڑھائی گئی ہے ورنہ اصل روایت یہ
ہے کہ خود حضرت ہی نے ان بتوں کی تعریف کی اور بھول چوک سے بھی نہیں
بلکہ مشرکین کی سازباز سے کی تھی۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں واخرج ابن
جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابی العالیۃ قال قالت قریش
لرسول اللہ صلعم لو ذکرت آلہتنا بخیر قعدنا معک فانہ لیس معک الا
اراذل الناس وضعفاؤہم فکانوا اذا راونا عندک تحدث الناس
بذلک فاتوک فقام یصلی فقرء والنجم حتی بلغ افرأیتم اللات والعزی
ومناۃ الثالثۃ الاخری تلک الغرانیق العلی وشفاعتہن ترتضی ومثلہن
لا ینسی فلما فرغ من ختم السورۃ سجد وسجد المسلمون والمشرکون یعنی
ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم نے سند صحیح سے روایت کی ہے کہ کفار مکہ
نے حضرت رسولخدا سے کہا کہ آپ اگر اپنے بیان میں ہمارے بتوں کا ذکر کریں تو ہم
آپ کے ساتھ بیٹھیں کیونکہ اس وقت تو آپکے ساتھ صرف رذیل اور حقیر لوگ
رہتے ہیں۔ جب وہ لوگ ہم لوگوں کو بھی آپکے پاس بیٹھا دیکھیں گے تو لوگوں میں
اس کا چرچہ ہوگا اور پھر لوگ آپکے پاس آنے لگیں گے۔ یہ باتیں ہو چکیں تو
حضرت کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ اور سورہ والنجم کو شروع کیا یہاں تک کہ جب
آیت افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری تک پہونچے تو (نعوذ باللہ)
فرمایا یہ سب بت بڑے معزز اور معظم ہیں اور انکی شفاعت یقیناً پسند کی گئی
اور یہ سب بت اس درجہ کے ہیں کہ خدا انکو بھول نہیں سکتا۔ پھر جب حضرت
سورہ ختم کر چکے تو سجدہ کیا اور مسلمانوں اور کافروں نے بھی آپکے ساتھ سجدہ
کیا (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۶۷) اڈیٹر النجم صاحب! یہ درمنثور آپ ہی کے
مذہب کی کتاب تو ہے اور اس کے مصنف بھی تو آپ ہی کے مذہبی پیشوا ہیں
جو لکھتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے کافروں کی سازش سے بتوں کی تعریف کی

پس جب حضرت رسولخدا صلعم ایسے بُت شکن بزرگ پر آپ لوگوں نے اتنا بڑا بہتان قائم کر دیا تو حضرت علیؑ بھی آنحضرتؐ ہی کے نفس ہیں اور دونوں بزرگ ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں حضرت پر بھی افترا اور بہتان کا ہونا ضروری تھا جو اس صورت میں ظاہر کیا گیا کہ معاذ اللہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی دونوں ا تہام کی خوبصورتی ملاحظہ ہو کہ ایک میں حضرت رسولؐ اور بت رکھے گئے تو دوسرے میں حضرت علیؑ اور ابوبکر! فرمائیے رسول کی جگہ کون قرار پایا اور بُت کی جگہ کون؟؟؟ اس سوال کی دوسری شق یہ ہے "اگر بوجہ وصیت رسول کے تھا تو کیا اس وصیت میں یہ تصریح ہے کہ اے علی فلاں سن یا فلاں اشخاص کے مقابلہ میں صبر کرنا۔ اگر یہ تصریح ہے تو وہ روایتیں بحوالہ کتاب و صفحہ لکھئے" حضرت علی نے بیعت تو کی ہی نہیں یہ محض افترا و بہتان ہے۔ ہاں حضرت رسولخدا صلعم نے آپ سے صبر کی وصیت ضرور کی تھی اور اسی وصیت کیوجہ سے حضرت علی خاموش رہے اور حضرت صلعم نے وصیت میں ظاہر بھی کر دیا تھا کہ کن لوگوں کے مقابلہ میں صبر کرنا۔ آپکے شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں "بعد ازاں فرمود برادر من علی را بیارید۔ علی بیامد و بربالیں آں حضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوے خویش نہاد و آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از و برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق اور ا از ذمہ من ادا کنی وفرمود اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نشوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی" یعنی اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے بھائی علی کو میرے قریب بلا دو حضرت علی آ گئے اور آپکے سرہانے بیٹھ گئے اور حضرتؐ کے سر مبارک کو اپنے زانو پر رکھا۔ تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم پہلے شخص ہو گے کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچو گے اور میرے بعد ہی بہت سے مکروہات تم کو پہونچیں گے تو چاہیئے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب یہ دیکھنا کہ

۲ فلاں یہودی کا میرے ذمہ اس قدر قرض ہے جو کہ اس سے لشکر اسامہ کی تجہیز کے لئے قرض لیا تھا - وہ میری طرف سے ادا کر دینا اور وفا کرنا اے علی

لوگ دنیا اختیار کر رہے ہیں تو تم آخرت ہی کو اختیار کئے رہنا" (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۱۱) اگر آپ غور کریں تو اس وصیتہ میں سب کچھ موجود ہے حضرت فرماتے ہیں کہ "اے علی میرے بعد ہی بہت سے مکروہات تم کو پہونچیں گے تم صبر کرنا"۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت رسولخدا صلعم کے انتقال کے بعد ہی جو مکروہات حضرت علی کو پہونچے ان پر صبر کرنے کی تاکید آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے اور آنحضرت کے بعد ہی جن لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ان کے مقابلہ میں آخرت کو اختیار کرنے کی وصیت حضرت علی سے فرما رہے ہیں۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کا زمانہ آنحضرت صلعم کے انتقال سے ۲۵ سال بعد کا ہے۔ آنحضرت کے بعد ہی کا زمانہ نہیں ہے۔ لہذا وصیتہ کا تعلق بھی اُس زمانہ سے نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صاف فرما رہے ہیں "بعد از من" یعنی میرے بعد۔ پس آنحضرت کے بعد کیا جمل و صفین کے واقعات ہوئے؟ یا غصب خلافت کے مکروہات پیش آئے؟ تو پھر صبر کی وصیتہ کا تعلق بھی انھیں مکروہات سے ہوگا یا اور کسی سے؟ اگر اب بھی کچھ شبہہ ہو تو آنحضرت صلعم کے قول "چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند یعنی جب دیکھنا کہ لوگ دنیا اختیار کر رہے ہیں" پر غور فرمائیے کہ یہ جملہ اُس جگہ بولتے ہیں جہاں لوگ پہلے سے دنیا کو اختیار نہ کئے ہوں اور نئے حال پر اختیار کریں۔ اُس جگہ نہیں بولسکتے جہاں لوگ پہلے ہی سے دنیا اختیار کئے ہوں۔ لہذا اس کا تعلق بھی خلافت اولیٰ ہی سے ہوگا۔ جو پہلے سے دنیا اختیار نہیں کر سکے تھے کیونکہ آنحضرت زندہ تھے اور آنحضرت کے انتقال پر فوراً دنیا اختیار کرنے لگے۔ برخلاف جمل و صفین کے کہ وہاں تو وہی لوگ تھے جو پہلے سے دنیا اختیار کئے ہوئے تھے۔ وہاں یہ جملہ بول ہی نہیں سکتے تھے کہ "مردم دنیا اختیار کنند" بلکہ وہاں یہ کہیں گے "مردم دنیا اختیار کردہ اند" یا اسی طرح کی اور عبارت۔

اڈیٹر النجم سے چند سوالات | اس وصیتہ میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں

مگر میں اڈیٹر النجم سے صرف دو سوال کرتا ہوں (۱) جب حضرت علی حضرت رسولخدا صلعم کے وارث اور خلیفہ بلا فصل نہیں تھے تو آنحضرت نے حضرت علی سے اپنا قرض ادا کرنیکی وصیت کیوں کی۔ اپنی بی بی حضرت عائیشہ یا خسر حضرت ابوبکر سے کیوں نہ کی؟ حضرت علی آنحضرت صلعم کے فرزند نہیں تھے نہ کوئی نقد مال آنحضرت کا حضرت علی کے پاس تھا۔ پھر حضرت علی سے اسکی وصیت اُس بزرگ نے کیوں کی جس کے بارے میں ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی ہمارا رسول اپنے دل سے تو کوئی بات کہتا ہی نہیں وہ جو کہتا ہے ہماری طرف سے وحی کے بعد کہتا ہے تو آنحضرت نے حضرت علی سے یہ وصیت بھی وحی خدا کے مطابق کی۔ تو کس وجہ سے خدا نے آنحضرت کو حکم دیا کہ یہ وصیۃ حضرت علی ہی سے کرو اور حضرت ابوبکر یا عمر یا عائیشہ سے نہیں کہا۔

(۲) آنحضرت نے حضرت علی سے یہ کیوں فرمایا کہ تم پہلے شخص ہوگے جو میرے بعد حوض کوثر پر مجھ سے ملوگے؟ حالانکہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے حضرت علی سے پہلے انتقال کیا تو یہ تینوں حضرات مرکر کہاں جانیوالے تھے جن کو آنحضرت نے حوض کوثر پر آنیکی خوشخبری نہیں دی۔ بلکہ حضرت علی کو سب سے پہلے ملنے والے بتایا!!! کیا اس وصیۃ سے ان حضرات کے آخری انجام کی تصریح بھی مہذب عنوان سے نہیں ہوگئی؟

اڈیٹر النجم صاحب کے اس سوال کی آخری شق یہ ہے "پھر جناب امیر علیہ السلام نے جمل اور صفین والوں سے کیوں قتال کیا"؟

جواب۔ حضرت نے جمل اور صفین والوں سے قتال اس وجہ سے کیا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حکم خدا کے مطابق حضرت امیرالمومنین سے ایسا ہی فرمایا تھا۔

احادیث اہلسنت کے بڑے ذخیرہ کنز العمال میں ہے اَنَا اُقَاتِلُ عَلٰى تَنْزِيْلِ الْقُرْآنِ وَعَلِيٌّ يُقَاتِلُ عَلٰى تَاوِيْلِهٖ یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ میں قرآن کی تنزیل پر قتال کرتا رہا ہوں اور علی قرآن کی تاویل پر قتال کرینگے۔ پھر دوسرا

فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ فِیْکُمْ لَرَجُلًا یُقَاتِلُ النَّاسَ مِنْ بَعْدِیْ عَلٰی تَاوِیْلِ الْقُرْاٰنِ کَمَا قَاتَلْتُ الْمُشْرِکِیْنَ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ وَھُمْ یَشْھَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَیَکْبُرُ قَتْلُھُمْ عَلَی النَّاسِ حَتّٰی یَطْعَنُوْنَ عَلٰی وَلِیِّ اللّٰہِ تَعَالٰی وَیَسْخَطُوْنَ عَمَلَہٗ کَمَا سَخِطَ مُوْسٰی اَمْرَ السَّفِیْنَۃِ وَالْغُلَامِ وَالْجِدَارِ فَکَانَ ذٰلِکَ کُلُّہٗ رِضَی اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً تم میں وہ شخص ہے جو میرے بعد تاویل قران پر لوگوں سے اسیطرح قتال کریگا جسطرح میں تنزیل قران پر مشرکین سے جہاد کر رہا ہوں حالانکہ وہ لوگ کلمہ توحید پڑھتے ہونگے تو ان لوگوں کا قتل ہونا آدمیوں کو بڑا امر معلوم ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ اللہ تعالےٰ کے ولی پر اعتراض کرینگے اور اس ولی خدا کے عمل پر ناراض ہونگے جس طرح حضرت موسیٰ پیغمبر کشتی اور لڑکے اور دیوار کے معاملہ میں ناراض ہوئے تھے تو یہ سب باتیں ہوئیں خدا حضرت سے راضی رہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵)

غرض واقعہ جمل اور صفین کے متعلق بکثرت حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو ان لوگوں سے قتال کرنیکی تاکید کی تھی حضرت علی سے فرمایا تھا اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ بَیْنَکَ وَبَیْنَ عَائِشَۃَ اَمْرٌ فَاِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَارْدُدْھَا اِلٰی مَاْمَنِھَا یعنی اے علی تم سے اور عائشہ سے قتال ہوگا تو تم عائشہ کو اون کے گھر کیطرف واپس کر دینا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۴) اور حضرت علی فرماتے تھے عَھِدَ اِلَیَّ النَّبِیُّ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاکِثِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ یعنی مجھ سے حضرت رسولخدا صلعم نے اس بات کا عہد لیا تھا کہ میں ناکثین۔ قاسطین اور مارقین سے ضرور قتال کروں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۲) اب لغت کی کتابوں میں دیکھئے کہ ناکثین۔ قاسطین اور مارقین کون تھے۔ امام اہلسنت جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں اُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاکِثِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ حضرت علی رض نے فرمایا مجھکو حکم ہوا بیعت توڑنے والوں اور بے انصاف ظالموں اور دین سے باہر ہوجانیوالوں سے لڑنے کا۔ ناکثین یعنی بیعت توڑنے والے اصحاب جمل تھے جو حضرت علی سے بیعت

کر کے پھر پھر گئے اور لڑنے کو مستعد ہوئے۔ طلحہ و زبیر اور حضرت عایشہ بھی ان لوگوں میں تھے مگر ان تینوں صاحبوں نے بعد کو توبہ کی اور اپنے قصور پر نادم ہوئے اور قاسطین معویہ اور اون کے ساتھ والے تھے جو ظالم اور باغی اور خلیفہ برحق سے مقابلہ کرنیوالے تھے۔ ان لوگوں نے توبہ نہیں کی اور مرنے تک اپنی خطا پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ اور مارقین سے مراد دین سے باہر ہو جانیوالے خارجی مردود تھے جو مومنوں کے سردار اور عموماً تمام مسلمانوں کو کافر کہکر خود کافر بن گئے۔ اگرچہ بڑے نمازی اور تہجد گزار اور قاری قرآن تھے مگر جب تک دل میں ایمان اور خدا و رسول اور آل رسول کی محبت نہ ہو یہ سب بیکار ہے"۔ (انوار اللغۃ پارہ ۱۲ صفحہ) اگر اب بھی آپ سمجھے تو یوں سمجھئے کہ خدا نے حضرت علی کو حضرت رسولخدا صلعم کا جانشین بنایا تھا تو جس طرح آنحضرت صلعم نے مکہ میں کفار سے قتال نہیں کیا اور مدینہ میں آکر کیا۔ اسی طرح حضرت علی نے خلفائے ثلثہ سے قتال نہیں کیا اور جمل و صفین والوں سے کیا۔ جو وجہ حضرت رسولخدا صلعم کے شروع میں صبر کرنے اور آخر میں قتال کرنے کی تھی وہی حضرت علی کے بھی شروع میں صبر کرنے اور آخر میں قتال کرنے کی تھی۔ (باقی آئندہ) محمد سعید مظفر پور

اہلحدیث اور عزاداری

فرقہ حقہ شیعہ کی روز افزوں ترقی اور رونق عزاداری کی یوماً فیوماً اضافہ سے اخبار اہلحدیث امرتسر جس قدر حیران و پریشان رہتا ہے وہ بہت قابل رحم ہے اسی وجہ سے ہر سال اشتہار شایع کر کے لوگوں کو اس تبلیغی عبادت سے روکتا اور اخبار میں بھی مختلف مضامین شایع کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ۔ اس سال بھی محرم شروع ہوتے ہی ایک مضمون "اسلامی سال نو مبارک" لکھا جس پر مختصر تبصرہ ماہ محرم کے رسالہ اصلاح میں کیا گیا۔ دوسرا مضمون اہلحدیث مورخہ ۸ محرم کو شایع کیا جس میں وہی پرانی باتیں اعادہ کیں جن کا جواب سیکڑوں مرتبہ دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ تعزیہ وغیرہ

کے متعلق لکھتا ہے "اس میں مال و دولت کتنی برباد ہوتی ہے کچھ پتہ نہیں۔ وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول جاتا ہے۔ اسکی بحث نہیں۔ فسادات کتنے ہوتے ہیں اس کا شمار نہیں۔ آوارگی اور بدچلنی کے کتنے واقعات اس ضمن میں ہوتے ہیں انکی کوئی تعداد نہیں۔ بے دینی اور بے غیرتی کے کیسے کیسے منظر قائم ہوتے ہیں اسکی پرواہ نہیں مگر مسلمانوں کی ایک جماعت ہے ایک انبوہ کثیر ہے جو انھیں حالات میں مبتلا ہے اور اس کو سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی یادگار اور اسلام کی شوکت و عظمت سے تعبیر کرتا ہے۔"

اگر مذکورہ بالا وجوہ سے کوئی عبادت قابل ترک ہوجائے تو پھر مسلمانوں کو چاہئے کہ قربانی کو بھی ترک کردیں۔ کیونکہ اسمیں بھی مال و دولت کس قدر برباد ہوتی ہے وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول جاتا ہے۔ فسادات کتنے ہوتے ہیں۔ کثیر التعداد مخالفین قلیل التعداد مسلمانوں کے گھروں میں گھسکر بے عزتی اور ہتک عصمت و عفت کے کیسے کیسے خونریزی اور خانہ بربادی اور قید و پھانسی کے کتنے واقعات اسکی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سفاکی ظلم اور بربریت کے کیسے سامان نظر آتے ہیں تو کیا اہلحدیث حضرات نے ان اسباب سے قربانی ایسی باعث شوکت و عظمت اسلام عبادت کو ترک کردیا؟ پھر کیا اذان کو بھی ترک کردینا چاہئے کیونکہ اسکی وجہ سے بھی مسلمانوں کے امن میں خلل پڑتا ہے۔ مسجدوں کی بے حرمتی ہوتی ہے کشت و خون۔ نزاعات و مقدمات کیوجہ سے مسلمان زیربار ہوتے رہتے ہیں۔ اور کیا مسجدوں میں نماز پڑھنی بھی چھوڑ دینی چاہیئے؟ اس لئے کہ ہنود مسجدوں کے سامنے باجہ بجاتے گزرتے ہیں تو مسلمان برافروختہ ہوکر ان سے آمادۂ جنگ ہوتے ہیں جس سے فتنہ و فسادات برپا ہوتے رہتے ہیں۔ غرض اگر اہلحدیث کے بیان کردہ وجوہ صحیح بھی ہوں اور انکی وجہ سے عزاداری کو ترک کردینا مناسب ہو تو مذکورہ بالا وجوہ سے۔ قربانی۔ اذان۔ مسجدوں میں نماز کے متعلق بھی ایسی ہی رائے قائم کرنی پڑیگی۔ ہاں ایک چیز تو رہ ہی گئی۔ ماہ صیام میں روزہ رکھنا اور شب کو سحری

پڑھنی بھی چھوڑ دینی چاہئے کیونکہ روزہ رکھنے سے دن بھر مسلمانوں کو بھوک پیاس۔ ضعف ونقاہت کی مصیبت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ جو وقت ضروری کاموں میں صرف ہوتا تھا روزہ رکھنے سے وہ ضائع ہوتا ہے اور کاروبار معطل ہوتے ہیں۔ شام کو اکثر مسجدوں میں افطار کرنے کا سامان ہوتا ہے جہاں بہت سے مرد اور عورتیں افطاری لینے کو جمع ہوتی ہیں تو اس ضمن میں اس بھیڑ کے اندر آوارگی اور بدچلنی کے کتنے شرمناک واقعات ہو جاتے ہیں۔ بے دینی، بے غیرتی، بے حمیتی کاہلی۔ مفت خوری۔ دریوزہ گری اور گداگری کے کیسے کیسے منظر قائم ہوتے ہیں تو ان وجوہ سے روزہ بھی قابل ترک ہو جائیگا؟ پھر شب کو تراویح میں جو گلچھرے اڑتے ہیں انکی تصویر تو کھچ ہی نہیں سکتی۔ وہ وہ نواحش ہوتے ہیں کہ الاماں وہ وہ شرمناک باتیں کیجاتی ہیں کہ خدا پناہ میں رکھے چنانچہ امام ابو شامہ اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں لکھتے ہیں۔ وقد انکر الامام الطرطوسی علی اهل القيروان اجتماعهم ليلة الختم فی صلاۃ التراویح فی شهر رمضان و نصب المنابر وبين انه بدعة ومنكر وان مالكا رحمه الله تعالى كرهه ثم قال فان قيل انه ياثم فاعل ذلك فالجواب ان يقال ان كان ذلك على وجه السلامة من اللغط ولم يكن الا الرجال والنساء منفردين بعضهم عن بعض يستمعون الذكر ولم تنتهك فيه شعائر الرحمن فهذه البدعة التی کرہ مالک رحمه الله تعالى واما ان كان على الوجه الذى يجرى فی هذا الزمان من اختلاط الرجال والنساء ومضامة اجسامهم ومزاحمة من فی قلبه مرض من اهل الريب ومعانقة بعضهم لبعض كما حكى لنا ان رجلا وجد يطاء امرءة وهم وقوف فی زحام الناس۔ قال وحكت لنا امرءة ان رجلا واقعها فما حال بينهما الا الشياب۔ وامثال ذلك من الفسق واللغط فهذا فسق فيفسق الذى يكون سبب الاجتماع یعنی اور اعتراض کیا ہے امام طرطوسی نے اہل قیروان کے اس فعل پر کہ وہ ختم تراویح کے وقت ماہ رمضان میں مجمع کرتے

تھے اور منبروں کو نصب کرتے تھے جیسے طرطوسی نے واضح طور پر بیان کیا کہ یہ بدعت
ہے اور قبیح و منکر۔ امام مالک رحمہ اللہ اسے مکروہ جانتے۔ پھر کہا اگر کوئی یہ سوال
کرے کہ کیا ایسے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے تو اوس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ
جلسہ اس طور پر ہو کہ فحش باتوں سے اطمینان ہو گانے نہ ہو۔ مرد علیحدہ ہوں عورتیں
علیحدہ ہوں۔ کسی طرح کی معصیت خدا عمل میں نہ لائی جائے۔ صرف لوگ وعظ و
پند سنا کریں۔ شعائر خدا کی ہتک حرمت نہ ہو تو امام مالک کے نزدیک یہ بدعت مکروہ
ہے اور اگر اس طرح پر ہو جیسا کہ آج کل جاری وساری ہے کہ مرد اور عورتیں ملی
جلی رہتی ہیں۔ ایک کا بدن دوسرے سے رگڑ کھاتا ہے اور ایک دوسرے کو شہوت
کے جوش اور بدکاری کی کوشش میں دھکا دھکی کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے
معانقہ کرتا ہے۔ گلے ملتے ہیں۔ جیسا کہ یہ حکایت کیجاتی ہے کہ اس مجمع میں دیکھا
گیا جب سب لوگ کھڑے تھے۔ تو ایک اجنبی مرد اجنبی عورت سے زنا کر رہا تھا
یا خود مجھ سے ایک عورت نے بیان کیا کہ ایک مرد نے اسی مجمع میں میرے ساتھ
زنا کیا اور دونوں میں سوائے کپڑے کے کوئی چیز حائل نہ ہو سکی۔ تو ضرور یہ فسق
ہے۔ اور جو بانی ہو اس مجمع کا وہ بھی فاسق ہے"۔ (کتاب الباعث علی انکار البدع
والحوادث مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۰) اور جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب حیدرآبادی
لکھتے ہیں "ہمارے زمانہ میں لوگوں نے تراویح میں طرح طرح کی بدعتیں نکالیں
ہیں جو صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے عہد میں نہ تھیں اور لطف یہ ہے کہ ان
بدعتوں پر اتنا اصرار ہے کہ اگر کوئی اون سے منع کرے یا اون کو واہیات کہے
تو اوس سے لڑنے کو مستعد ہوتے ہیں اور اسکو وہابی کہتے ہیں۔ ہائے مسلمانوں پر
مجھ کو رونا آتا ہے۔ انکی جہالت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ان بدعتوں میں
سے ایک یہ ہے کہ ہر ترویحہ کے بعد بالکل کم ٹھہرنا۔ لوگوں کو آرام نہ دینا۔ دوسرے
ترویحہ کے بعد خواہ مخواہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو لازم جاننا۔ تیسرے ہر ترویحہ
کے بعد تسبیح چلا کر بہت بلند آواز سے کہنا کہ نمازیوں کے کان پھوٹ جائیں حالانکہ

آتشنا چلانے سے آنحضرت ؐ نے منع فرمایا۔ چوتھے پہلے تردیحہ کے بعد رالبدر محمد مصطفیٰ اور دوسرے کے بعد خلیفہ ابو بکر صدیق اور تیسرے کے بعد عمر فاروق اور چوتھے کے بعد عثمان ذوالنورین اور پانچویں کے بعد علی مرتضیٰ ان بزرگوں کے نام پکار پکار کر لینا پانچویں الصلوٰۃ واجب الوتر پکارنا۔ چھٹے وتر اور تراویح سے فارغ ہو کر ایک آدمی کا اذان کے مقام پر کھڑا ہونا اور آدم صفی اللہ سے لیکر تا بہ حضرت محمد رسول اللہ تک ہر ایک پر جہر کے ساتھ صلوٰۃ وسلام بھیجنا۔ کہئے یہ باتیں دین میں آپ نے کہاں سے نکالیں۔ دین میں جو نئی بات نکالی جائے وہ مردود ہے ایسی بات پر بعوض ثواب ملنے کے اور عذاب ہونیکا ڈر ہے (انوار اللغۃ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۴۱)

جناب اہلحدیث صاحب! اب آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ عزاداری انسان کے گنہگار اور تباہ و برباد دیئے عزت و بیحرمت ہونیکا سبب قرار پائی یا آپ لوگوں کی بدعتیں تعزیہ بنانے میں مال و دولت کی بربادی کہاں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک مستقل اور نفع بخش صنعت مسلمانوں کو حاصل ہو گئی ہے جس سے لاکھوں مسلمانوں کو بیکاری اور گداگری سے نجات ملجاتی ہے اور فاقہ کشی سے وہ محفوظ رہتے ہیں۔ وقت عزیز کا کتنا حصہ فضول نہیں جاتا بلکہ الکاسب حبیب اللہ یعنی پیشہ مزدوری صنعت کرنیوالے اللہ کے دوست ہیں کیمطابق تعزیہ بنانے میں کل وقت ثواب حاصل کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ فسادات بھی تعزیہ کی وجہ سے نہیں ہوتے بلکہ آپ لوگوں کی مخالفت اور اس نور خدا سے عداوت کرنیکی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اگر آپ اشتہار بازی چھوڑ دیں۔ فتوے بازی روک دیں۔ تعزیہ کو ناجائز کہنا موقوف کر دیں تو پھر کہیں کوئی فساد نہ ہو۔ پس اگر آپکے افعال زمانہ عزاداری میں باعث فساد ہو جاتے ہیں تو اس کا الزام عزاداری پر کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا آپ لوگ جو مسجد میں آمین بالجہر کہتے اور اس سے فسادات ہوتے ہیں اور روزانہ عدالتوں اور فوجداریوں میں حنفیوں وہابیوں کے مقدمے پہونچتے رہتے اور طرفین میں خونریزی بھی ہوتی اور مالی تباہی و بربادی کی نوبت بھی آتی ہے اس کے باعث کسی طرح حنفی حضرات قرار پا سکتے ہیں؟ اگر آپ انکی مسجد میں جا کر آمین بالجہر کہنے کا جھگڑا نہ کھڑا کریں تو کیوں یہ سب فساد ہوں اسی طرح عزاداری کے ضمن میں آوارگی اور بدچلنی کا بھی کوئی واقعہ نہیں ہوتا اس لئے کہ اس زمانہ میں تو مرد عورت سب مغموم و محزون مصیبت زدہ ماتم کناں رہتے ہیں۔ مرد باہر اور عورتیں مکانوں کے اندر روتی پیٹتی

ہیں پھر آوارگی اور بدچلنی کیوں ہوگی! بلکہ اس سے تو نواب کے ذخیرے مہیا ہوتے رہتے ہیں۔ بہشت واجب ہو جاتی ہے جہاں آپ حضرات کے عرس میلوں میں البتہ تمام سامان آوارگی اور بدچلنی کے مہیا رہتے ہیں اچھے اچھے طائفے جمع ہو کر گاتے بجاتے اور ناچتے ہیں جنکے دیکھنے کو ہزاروں مرد اور عورتیں اُن قبروں پر جمع ہوتی ہیں۔ وہاں نظر بازی ہو نیکے بعد وہ سب کچھ ہوتا ہے جس سے اسلام شرمندہ ہوتا ہے اور اس روضہ کی حاضری کے بعد سب حرام کام حلال سمجھ لئے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ عرس بدعت اور ناجائز کہا جاتا ہے۔ جناب مولوی وحید الزماں خانصاحب لکھتے ہیں۔ "اس حدیث سے صاف عرس کی ممانعت نکلتی ہے جو ہمارے زمانہ میں بہت رائج ہو گیا ہے۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر سالانہ جمع کرتے ہیں میلہ لگاتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان کا کوئی عرس نہیں کرتا" (انوار اللغۃ پارہ ۴ صفحہ ۲۳) آپ حضرات عزاداری کے سلسلہ میں کسی ایک آوارگی اور بدچلنی کا بھی ثبوت نہیں دے سکتے لیکن عرس کے سلسلہ میں برابر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ مولوی وحید الزماں خانصاحب لکھتے ہیں "آنحضرتؐ نے بیعت میں کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا صرف اس سے اقرار لیلیا مگر ہمارے زمانہ کے بعضے پیر تو دلکش عورتوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ انکو اپنے سے بے پردہ کراتے ہیں۔ اللہ انکو ہدایت کرے" (انوار اللغۃ پارہ ۱ صفحہ ۴۵) اور سنئے "جب آنحضرت صلعم کی قبر شریف پر سالانہ اجتماع عید کی طرح منع ہو تو دوسرے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے قبور پر سالانہ اجتماع جس کو عرس کہا کرتے ہیں کیونکر جائز ہونگے خصوصاً جب دوسرے بدعات اور منکرات بھی اسمیں کئے جائیں"۔ (پارہ ۲ صفحہ ۵۶) کیوں جناب! یہ دوسرے بدعات اور منکرات کیا ہیں جنکی تعبیر مولوی صاحب کو شرمناک معلوم ہوتی ہے؟ اے حضرت! آپ لوگوں کی یہ عبادتیں صرف آوارگی اور بدچلنی کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ شرک و کفر کا باعث بھی ہوتی ہیں جو اسلام کے علی الرغم خلاف ہے چنانچہ یہی مولوی وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں "اللہ کے قرب پر بھروسہ کر کے تو ان غرور مت کرو یہ سمجھکر کہ ہم بڑے عابد زاہد ہم کو اللہ کا قرب حاصل ہے۔ دوسرے بندگان خدا پر تفوق مت جتاؤ۔ وہ شہنشاہ بے پرواہ ہے۔ دم بھر میں تم کو مردود کر دیگا اور جن کو تم حقیر سمجھتے ہو ان کو اپنا قرب عطا فرمائیگا۔ جان یہ [illegible] [illegible] کردر پوستیں خلق افتی۔ اب یہ اقوال جو منقول ہیں [illegible]

"پنجہ بپا پنجہ خدا دارم من چہ پروا مصطفےٰ دارم"[1] کفر کے کلمات ہیں اللہ ایسی ادعیوں سے محفوظ رکھے"
(انوار اللغتہ پارہ ۵ صفحہ ۵)

عزاداری کا احسانِ عظیم

آپ اس کو بھی خیال فرمائیں کہ عزاداری کی وجہ سے مسلمانوں کی حفاظت خود اختیاری کا بہترین سامان ہندوستان میں موجود ہے۔ اسوقت تک جس قدر ہندو مسلمان نزاع اور جنگ ہوئی تقریباً سب میں مسلمانوں کے مقابل بہت زیادہ ہنود تھے اتنے کہ آناً فاناً مسلمانوں کو پیس کر رکھدیتے مگر مسلمان اپنے شریف فنون۔ گتکا۔ پھری۔ بانک۔ بنوٹ وغیرہ سے اکثر غالب رہتے یا اپنے کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ فنون اس قدر قیمتی اسلحہ ہیں کہ دس مسلمانوں کو سو دو سو ہنود بھی گھیر لیتے ہیں تو مسلمان اپنے کو بچا لیتے ہیں۔ اور یہ فنون ان دنوں صرف عزاداری کی وجہ سے زندہ ہیں کہ ایام عزا میں مسلمان انکی مشق کرتے۔ انمیں محنت ریاضت کرتے اور انکو تازہ کر کے فوجی طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر عزاداری کا سلسلہ خدانخواستہ کم ہو جائے تو مسلمانوں سے یہ فنون بھی رفتہ رفتہ غائب ہو جائیں گے اور پھر یہ ہندوستان سے بھی اسیطرح نکال دئے جائیں گے جس طرح اسپین سے خارج کر دیئے گئے۔ پس اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں باقی رہنے دینا آپ بھی پسند کرتے ہیں تو عزاداری کو رد نہ کیجئے۔ انکی ترقی کی کوشش کیجئے۔ اور ہر مسلمان پر اس کو لازم کر دیجئے پھر دیکھئے مسلمانوں میں کتنی قوۃ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایک مسلمان کتنے کتنے مخالفین پر بھاری ہو جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں پر رحم کیجئے انکی اس عبادت پر حملہ نہ کیجئے جس سے وہ خدا اور رسول کو بھی خوش کرتے اور اپنی حفاظت کا بھی بہترین انتظام سیکھتے اور مشق کرتے رہتے ہیں جنکو دوسری قومیں رشک کی نظر سے دیکھتی اور اپنے میں یہ ہنر پیدا کرنیکی سرتوڑ کوشش کر رہی ہیں۔ پنڈت مدن موہن مالویہ یا ڈاکٹر مونجی برادران ہنود کو مسلمانوں کے ان فنون کے سیکھنے کی جسقدر تاکید کرتے رہتے ہیں اس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ کیونکہ صرف اسی وجہ سے زدہ دیکھتے ہیں ان فنون کی وجہ سے کم از کم تعداد کے مسلمان بھی زیادہ سے زیادہ ہنود سے خوف ۔۔۔

---

[1] یہ حضرات اہلسنت کے پیر میاں لوگوں کے اقوال ہیں معنی یہ ہیں کہ میرا درجہ تو محمد (حضرت رسولخدا صلعم) کے درجہ سے بھی بلند ہے (معاذ اللہ) میں تو اپنا پنجہ خدا کے پنجہ سے ملائے رکھتا ہوں۔ پھر مجھے مصطفےٰ (حضرت رسولخدا) کی کیا پرواہ ہے (معاذ اللہ) حضرات اہلسنت حضرت رسولخدا کی کس درجہ توہین اور تذلیل کرتے رہتے ہیں کہ اتنی آریہ بھی نہ کرتے ہوں گے ۔ ۱۲ منہ۔

تحفۂ مومنات

(ربط کیلئے اصلاح کا پچھلا نمبر ملاحظہ ہو)

اس طول بیان سے مقصود یہ دکھانا ہے کہ فاطمہ بنت اسدؑ اُس خاندان میں تھیں جو ابتدا سے موحّد اور دین اسلام کا عامل تھا۔ پس اگرچہ کتب اہلسنت سے خاصکر فاطمہؑ کے دین قبل از اسلام ظاہری کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن عقل سلیم حکم کرتی ہے کہ آپ اُسی ملت پر تھیں جس کو دوبارہ جناب رسالتمآب صلعم لیکر تشریف لائے۔ اور احادیث ائمہ طاہرین تو اسپر نص ہیں۔ بلکہ خود جناب فاطمہؑ نے اس کا اقرار لیا ہے۔ چنانچہ وقت ولادت حضرت جناب امیرؑ کے حالات میں علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب صـ ۲۲۳ میں لکھتے ہیں۔

فلما قربت ولادتہ اتت فاطمۃ الی بیت اللہ وقالت ربّ انّی مومنۃ بک وبما جاء من عندک من رسل وکتب مصدقۃ بکلام جدّی ابراهیم فبحق الذی بنا هذا البیت وبحق المولود الذی فی بطنی لمّا یسّرت علیّ ولادتی وانفتح البیت ودخلت فیہ یعنی جب جناب امیرؑ کی ولادت کا وقت قریب پہونچا تو جناب فاطمہ خانۂ کعبہ کے پاس آئیں اور کہا" پروردگارا میں تجھ پر اور جو پیغمبر اور کتابیں تیرے یہاں سے نازل ہوئی ہیں اُن پر ایمان لائی ہوں۔ اپنے جد ابراہیم کے کلام کی تصدیق کر چکی ہوں پس جس نے اس خانہ کعبہ کو بنایا ہے اُس کے حق کا تجھے واسطہ ہے اور جو مولود میرے بطن میں ہے اُس کے حق کا تجھے واسطہ ہے کہ مجھ پر وضع حمل کو آسان کر دے"

یہ دعا ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دیوار خانۂ کعبہ شق ہو گئی اور فاطمہ اسمیں داخل ہو گئیں۔ اس بیان سے جناب فاطمہ کے ایمان کی حالت کسی پر مخفی نہیں رہتی بلکہ آپ کے حالات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایمان وعرفان کے بھی اعلےٰ درجہ پر فائز تھیں اور خاص امتیاز آپ کو حاصل تھا جس کا اثر یہ تھا کہ آپ کے قلب میں معرفت اور نورانیت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جب آنحضرت پیدا ہوئے تو اُس نور رسالت کو فوراً پہچان گئیں۔ جو بے معرفت والوں کو نظر نہ آسکا۔ چنانچہ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "جب آمنہ بنت وہب مادر جناب رسالتمآب کو درد زہ شروع ہوا تو فاطمہ بنت اسد آپ کے پاس آئیں اور جب تک آنحضرت صلعم پیدا نہ ہوئے اُسوقت تک برابر آمنہ کے پاس ہی رہیں۔ پس جب آنحضرت متولد ہوئے تو آمنہ نے فاطمہ سے اور فاطمہ نے آمنہ سے کہا کہ کیا تم وہ چیز دیکھتی ہو جو میں دیکھتی ہوں؟ ایک نے دوسری سے سوال کیا کہ تم کیا دیکھتی ہو؟ اور ہر ایک نے جواب دیا کہ یہ روشن اور نظروں کو خیرہ کرنیوالا نور جو مشرق سے مغرب تک پھیل گیا ہے۔ یہ دونوں بیبیاں یہی گفتگو کر رہی تھیں کہ جناب ابوطالب تشریف لائے اور اُن دونوں کو متعجب دیکھکر استفسار کیا کہ تم لوگ کس چیز پر متحیر ہو رہی ہو؟ فاطمہ بنت اسد نے کہا کہ یہ نور دیکھکر جو اس بچہ کے پیدا ہونے سے نمایاں ہوا ہے۔ اس کے جواب میں ابوطالب نے فاطمہ سے کہا تم کو میں ایک اور خوشخبری سناؤں؟ پوچھا وہ کیا؟ کہا تمہارے بطن سے بھی ایک ایسے ہی نور والا فرزند متولد ہوگا۔ جو اس مولود نبی کا وصی ہوگا۔" اس روایت سے علاوہ

مدعائے مذکور کے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جناب ابوطالب اگرچہ نبی
نہ تھے مگر ایسے مرتبہ پر فائز تھے کہ آپ کو اپنی روحانی قوت سے جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی مرسل ہونا اور اپنے فرزند علی کا آنکا
وصی قرار پانا قبل ہی سے معلوم تھا۔ اسی سبب سے جناب ابوطالب نے
ہر لحظہ ہر موقع اور ہر حالت میں آنحضرت صلعم کی نہایت درجہ حفاظت
کی ہے۔ حتیٰ کہ بوقت وفات عبدالمطلب کل چچاؤں پر آپنے سبقت
کی کہ اس نور الہی کی حفاظت بوجہ اتم انجام پائے اور جب جناب امیرؑ پیدا
ہوچکے تو حضرت کی خدمت میں پہونچا دیا۔ اور ہر موقع پر تاکید کرتے
رہے کہ محمد (صلعم) کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا جو کہیں اوسکی تعمیل کرنا جو کریں
اوسکی تقلید کرنا۔ اور نتیجہ سے بھی مطلع کرتے رہے کہ محمدؐ کی معیت اور پیروی
میں تم ہمیشہ خیر ہی حاصل کروگے۔ اور صراط مستقیم ہی پر رہوگے۔
بیشک اسلام کا اظہار زبان سے بھی ہوتا ہے لیکن قلب و جوارح سے
جیسی اسکی شہادت ملتی ہے۔ اس کا عشر عشیر بھی زبان سے ممکن نہیں۔ پس
بعض فرق اسلام کے مسلک کی بنا پر اگر یہ غلط امر تسلیم بھی کرلیا جائے
کہ ابوطالب نے زبان سے اسلام کا اقرار نہیں کیا تاہم ابوطالب کے حرکات
و سکنات رفتار و گفتار آنحضرت صلعم کی ولادت سے اپنی وفات تک
ایسے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ ہیں جن کے ایک ایک جزو میں اسلام
و ایمان کی روشن لمعات اس تیزی سے چمکتی نظر آتی ہیں کہ شبہ و ریب
کی تاریکی سے ذرہ بھی دھندلی نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ہم لوگوں کے
ایمان سے کہیں زیادہ اُن کا کفر (معاذاللہ) مستحق ہے مصداق ایمان

ہونے کا جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں[1] "جس وقت
پیغمبر صاحب نے اسلام کی منادی شروع کی اون کے چچا ابو طالب زندہ
تھے اور گو بظاہر اونھوں نے اسلام قبول نہیں کیا مگر وہ دل سے
پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر اور اسلام کو خدائی دین سمجھتے تھے اور اگر وہ کافر
بھی تھے جیسا کہ بعض متشدد خیال کرتے ہیں تو ہمارے نزدیک اسلام
ہم لوگوں کے اسلام سے اُن کے کفر کا بہت زیادہ ممنون ہے الٰہی
صدقہ اپنے پیغمبر کا ابو طالب جیسی ہمدردی ہم کو نصیب ہماری نسلوں کو
نصیب"۔

آنحضرتؐ کی کفالت

اگرچہ کتب سیر و تواریخ میں اکثر یہی مرقوم ہے کہ جناب عبدالمطلب نے اپنی
وفات کے وقت آنحضرت صلعم کو آپ کے شفیق اور فدائی چچا ابوطالب
کے حوالہ کیا اور آپ ہی ہر طرح حفاظت کرتے رہے لیکن جو معرفت
ابو طالب کے دل میں تھی وہی جناب فاطمہ کے حصہ میں بھی آئی تھی۔
پھر آؤ دیکھیں کہ دونوں کے برتاؤ میں کسی قسم کا فرق بھی ہوا۔
پہلے خود جناب فاطمہ کا بیان سنو۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب عبدالمطلب
پر آثار موت ظاہر ہوئے تو اپنے لڑکوں سے کہا کہ محمد کی کفالت کون کریگا
سب نے کہا وہ ہم سب لوگوں سے زیادہ ہوشیار ہیں پس انھیں
سے کہئے کہ کسی کو پسند کرلیں اس پر عبدالمطلب نے کہا محمد! تمہارا دادا
تو قیامت تک کے لئے رخصت ہوتا ہے تو تم اپنے چچا اور پھوپھی

[1] امہات الامہ صفحہ ۹-۱۰

سے کسکی کفالت میں رہنا پسند کرتے ہو؟ محمد نے سب کیطرف
نظر کی پھر دوڑ کر ابو طالب کے پاس آگئے۔ یہ دیکھکر عبدالمطلب نے ابوطالب
سے کہا "ابو طالب! میں تمہاری دیانت اور امانت سے اچھی طرح
واقف ہوں پس تم بھی محمد کے لئے ویسے ہی ثابت ہونا جیسا میں
رہا ہوں"۔ پھر جب عبدالمطلب کا انتقال ہوگیا تو ابوطالب نے محمد کو اپنے
متعلق لے لیا اور میں آپکی خدمت کرنے لگی۔ اس شفقت کے سبب سے
محمد مجھے ماں پکارا کرتے۔ اور میرے مکان کے باغ میں خرمے کے چند
درخت تھے۔ اور ابھی شروع شروع اس کے خرمے پکے تھے۔ محمد کے
ساتھی چالیس لڑکے ہر روز اس باغ میں آکر ٹپکے ہوئے خرموں کو
چن لیا کرتے اور ہر ایک کی یہ عادت تھی کہ دوسرے سے چھینتا لیکن محمد کو
میں نے کبھی بھی نہ دیکھا کہ کسی لڑکے کے ہاتھ سے کوئی خرمہ لیا
چاہا ہو اور ہر روز میں ایک مشت سے زیادہ خرمے چنکر محمد کیلئے رکھ
لیا کرتی۔ اسیطرح میری کنیزیں بھی چنتیں۔ ایک روز ایسا اتفاق
ہوا کہ میں اور میری کنیزیں خرما چننا بھول گئیں اور محمد سو رہے
تھے۔ اس اثنا میں لڑکے داخل ہوئے اور کل ٹپکے ہوئے خرمے
لیکر چلے گئے۔ یہ دیکھکر میں سو رہی اور محمد کی شرم سے اپنے منہ
پر اپنی آستین رکھ لی کہ ناگاہ محمد بیدار ہوئے اور باغ میں گئے
وہاں زمین پر کوئی بھی خرمہ نہ ملا تو واپس آئے۔ ایک کنیز نے اُن سے
کہدیا کہ آج ہم لوگ خرما چننا بھول گئے اور لڑکے آکر کل خرمے لے گئے
یہ سنکر محمد باغ میں دوبارہ گئے۔ ایک درخت کیطرف اشارہ کیا اور کہا

اے درخت! میں بھوکا ہوں۔ فاطمہؑ کہتی ہیں کہ دیکھا میں نے فوراً اُس درخت نے اپنی باردار شاخوں کو جھکا دیا اور محمدؐ نے جس قدر چاہا اُس کھا لیا۔ پھر وہ شاخ بلند ہو گئی۔ میں یہ دیکھکر نہایت درجہ متحیر ہوئی اور ابوطالب باہر گئے ہوئے تھے اور ہر روز جب وہ آکر دروازہ کھٹکھٹا تو میں اپنی کنیزوں سے کھولنے کیلئے کہدیا کرتی تھی۔ لیکن اس روز ابوطالب نے آواز دی تو میں ننگے پیر دوڑتی ہوئی گئی دروازہ کھولا اور اُس روز کے عجیب و غریب واقعہ کو اُن سے بیان کیا جس پر انھوں نے کہا یہ فرزند نبی ہوگا۔ اور حالت یاس میں تمہارے بطن سے اس کا وزیر پیدا ہوگا۔ پس واقعی علی میرے بطن سے پیدا ہوئے[۱]۔ جناب عبدالمطلب آنحضرتؐ کو کس درجہ محبوب رکھتے ذیل کے واقعہ سے معلوم ہوگا۔ مشہور مورخ ابن اثیر جزری اُسدالغابہ جلد اول میں آنحضرتؐ کے حالات میں لکھتے ہیں "عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا تھا اور اُس پر اُن کے بیٹوں میں سے کوئی نہ بیٹھتا تھا محض اونکی تعظیم کی غرض سے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اُسی پر بیٹھتے۔ پس آپکے چچا آپکو ہٹانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے کہ میرے بیٹے کو یہیں بیٹھا رہنے دو کہ میرے اس فرزند کی بڑی شان ہے" اُن کے مقابلہ میں ابوطالب کی محبت کی یہ حالت تھی۔ محقق دہلوی اپنی مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں "ابوطالب باقصے الغایۃ و احسن وجوہ محافظت آنحضرت قبل از ظہور نبوت و بعد از آں بتقدیم رسانید

---

[۱] بحار الانوار جلد ۶

و بے وے طعام نمی خورد و جامہ خواب آنحضرت پہلوے خود راست می کرد
و درون و بیرون خانہ اور اہمراہ داشتے"۔ اور جب قریش کے خوف سے ابو طالب آنحضرت کو
لیکر شعب میں پناہ گزیں ہوئے ہیں وہاں کی حالت کا نقشہ صاحب سیرۃ حلبیہ
ان الفاظ میں کھینچتے ہیں" ابو طالب ہر شب آنحضرت کو اپنے فرش پر سلاتے
پھر جب کچھ رات گزر جاتی اور سب لوگ سو جاتے تو آپکو دوسری جگہ لیجا کر سلاتے
اور پہلی جگہ پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو اس خوف سے سلاتے کہ قریش کہیں
اچانک اندر گھس کر آنحضرت کو ہلاک نہ کر ڈالیں پس وہ اگر ایسا قصد کریں تو دھوکا
کھا کر بجائے محمد کے میرے فرزند کو ہلاک کر ڈالیں اور محمد محفوظ رہیں"۔ اور فاطمہ بنت
اسد کی محبت اُن الفاظ سے ظاہر ہوگی جن کو خود آنحضرت نے وقت وفات بیان
فرمایا۔ فرماتے ہیں۔ یا امّی کنت امی بعد امّی تجوعین و تشبعینی و تعرین و
تکسینی و تمنعین نفسک طیب الطعام و تطعمنی و تریدین بذالک وجہ الله
و الدار الآخرۃ یعنی اے مادر گرامی آپ میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں رہیں
آپ خود بھوکی رہتیں اور مجھے سیر کرتیں۔ خود ننگی رہتیں اور مجھے کپڑا پہناتیں
اپنے اوپر اچھی غذا حرام کرتیں اور مجھے کھلاتیں اور ان سب سے آپکی غرض
صرف خوشنودی خدا تھی۔ اگرچہ یہ واقعہ وفات جناب فاطمہ سے متعلق ہے لیکن
یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ فاطمہ جناب عبد المطلب و ابو طالب سے بھی زیادہ
آپ پر شفیق تھیں۔ اور آپ آنحضرت کو اپنے لڑکوں بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز
رکھتیں۔ ان حالات کے بعد یہ کہنے میں ذرہ مبالغہ نظر نہیں آتا کہ ابو طالب نے آنحضرت
کے ساتھ وہ کیا جو باپ نہیں کرتے۔ فاطمہ بنت اسد نے وہ کیا جو مائیں
نہیں کرتیں اور علی ابن ابیطالب نے وہ کیا جو حقیقی بھائی یا صلبی فرزند سے بھی ہونا گویا محال ہے

سلہ اسد الغابہ

اسلام امر کی تحقیق ہو چکی ہے کہ جناب فاطمہ کا خاندانی اور ذاتی مذہب دین ابراہیمی تھا جس کا خود انھوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اور جب آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے تو فاطمہ بھی فوراً اسلام لائیں چنانچہ آپکے اسلام پر مورخین سنی و شیعہ سب متفق ہیں اور انھیں کا بیان ہے کہ جو عورتیں سب سے پہلے مسلمان ہوئیں اونکی فہرست میں جناب خدیجہ کے بعد جناب فاطمہ کا نام ہے۔ علامہ ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین صہ میں لکھتے ہیں فاطمہ بنت اسد ادرکت النبیؐ فاسلمت وحسن اسلامھا کانت فاطمہ بنت اسد علی حادیۃ عشر یعنی فی السبقۃ الی الاسلام و کانت بدریۃ عن الزبیر بن العوام قال سمعت النبیؐ یدعو النساء الی البیعۃ حین انزلت ھذہ الآیۃ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک کانت فاطمہ بنت اسد اول امرأۃ بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یعنی فاطمہ بنت اسد نے آنحضرت کا زمانہ دیکھا اسلام میں ... اسلام نہایت عمدہ ہوا جو لوگ سب سے پہلے اسلام لائے انمیں آپ گیارہویں نمبر پر تھیں جنگ بدر میں شریک تھیں زبیر بن عوام کہتا ہے کہ جب آیہ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک نازل ہوئی اور میں نے آنحضرت کو سنا کہ اپنی بیعت کیطرف دعوت دے رہے ہیں تو فاطمہ بنت اسد پہلی عورت تھیں جنھوں نے آنحضرت کی بیعت کی اور علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ صہ میں لکھتے ہیں اسلمت فاطمہ بنت اسد بعد عشرۃ من المسلمین وکان رسول اللہ یکرمھا و یعظمھا و یدعوھا امی وفاطمۃ اول امرأۃ بایعت رسول اللہ من النساء یعنی فاطمہ دس مسلمانوں کے بعد اسلام لائیں آنحضرت آپکی نہایت تکریم و تعظیم کرتے اور ماں پکارتے۔ یہ پہلی عورت ہیں جنھوں نے آنحضرت کی بیعت کی اور علامہ ابن صباغ مالکی فصول مہمہ میں لکھتے ہیں فاطمہ بنت اسد ابن ھاشم بن عبد مناف تجتمع ھی و ابو طالب فی ھاشم ثم اسلمت وھاجرت مع النبی وکانت فی السابقات الی الایمان بمنزلۃ الام من النبیؐ یعنی فاطمہ اسلام لائیں اور آنحضرت کے ہمراہ ہجرت کیا سب سے پہلے ایمان لانیوالوں میں تھیں اور آنحضرت کیلئے بمنزلہ ماں کے رہیں۔

خضاب ناظری کرشمہ حیات

خودستائی اپنا شیوہ نہیں عمدگی اس خضاب کی مثل آفتاب تمام عالم میں روشن ہے [illegible]

خطوط اس خضاب کی صفت میں موجود ہیں۔ سابق میں جو خضاب روانہ کیا جاتا تھا جو

[illegible] کے باعث بند ہو گیا تھا۔ اب پھر جاری کیا گیا ہے۔ اصلاح کے پرچہ میں مندرجہ

[illegible] تقسیم چھپ چکی ہے۔ لیکن پھر دوبارہ شائع کیا جاتی ہے جناب محشر صاحب [illegible]

تحریر فرماتے ہیں میں نے اکثر دور دور سے خضاب منگوایا لیکن ایسا خضاب [illegible]

نہ پایا۔ بالوں کو سیاہ چمکیلا اور نرم کر دیتا ہے۔ بوڑھوں کو جوانی کی بہار دکھلاتا ہے۔

[illegible] خضاب بہر خضابوں سے بہتر ہے قیمت فی شیشی [illegible] شیشی سے کم روانہ نہیں

کیا جاتی۔ شیشی کلاں عہ

داڑھی جیسا لکھا پایا نہ دیکھا لاجواب ❊ سیکڑوں لاکھوں میں شہرت ہے خضاب [illegible]

[illegible] لگتا ہے سیاہی میں شب [illegible] ❊ [illegible]

پاس لگائے نہیں دیتا یہ نقلی صورت [illegible] ❊ [illegible]

ابتدا سے انتہا تک ایک صورت رکھتا ہے ❊ [illegible]

[illegible] تم [illegible]

[illegible] مسلم [illegible]

[illegible] وغیرہ و تولید خون جو باعث ترقی قوت [illegible]

ہوتا ہے [illegible] استعمال [illegible]

[illegible] قیمت فی شیشی کلاں عہ [illegible]

[illegible] ناظری مرکب۔ فوائد عجیبہ جس سے عجیب فائدہ ظاہر ہوتا ہے ہم نے اصلاح معدہ [illegible]

و دور قولنج کے خیال سے یہ نسخہ تیار کیا لیکن [illegible] سے معلوم ہوا کہ استعمال کرنے والوں

معدہ و جگر کی اصلاح کرتا ہوا آپ نزول وغیرہ کو بہت مفید ہے [illegible] فائدہ [illegible]

جائیں گے۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ علاوہ محصولڈاک

المشتہر:۔ سید محمد ناظر کجھوا (صوبہ بہار)

جلدی

آپ کو معلوم ہے کہ جناب محسن الملک نواب مہدی علی خاں صاحب سابق سکریٹری علی گڈھ کالج نے تحفہ اثنا عشریہ کیطرح ایک کتاب آیات بینات شیعوں کے خلاف لکھکر مذہب اہلسنت کی حمایت میں جان توڑ کوشش کی تھی اگرچہ اس کے کئی جواب ہوئے مگر جو خوبی نواب صاحب کے حقیقی بھائی جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب حیدر آباد دکن ایدہم اللہ کے محققانہ جواب "آیات محکمات" میں ہے وہ ہر شخص کو اس جواب کا فریفتہ کر دیتی ہے۔ دو حصے اس کے شایع ہو چکے پہلا حصہ تو ختم ہو گیا۔ دوسرا بھی چند نسخہ رہ گیا ہے۔ جس کی قیمت صرف للعہ ہے۔ اس کے منگانے میں جلدی کیجئے۔ ورنہ اس کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ تیسرا حصہ بھی چھپ رہا ہے۔ اس جلد میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے اور علماے کرام نے اس پوری کتاب کی بڑی مدح و ثنا کی ہے۔ چھپائی، لکھائی، کاغذ سب بہت اعلے اور دیدہ زیب ہے۔ ضخامت بڑی تقطیع کے ۵۰۰ صفحے۔ بس فوراً کارڈ لکھدیجئے۔ کیونکہ ایسی قیمتی کتاب کا دوبارہ چھپنا بہت مشکل ہوگا

ملنے کا پتہ

جناب مولوی سید امیر حسن صاحب اول تعلقہ دار وظیفہ یاب عابد منزل چادر گھاٹ حیدر آباد دکن

(سید محمد جعفر پرنٹر پبلشر نے مطبع اصلاح میں چھاپکر دفتر اصلاح کجھوہ سے شایع کیا)